ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

7 شوال المکرم 1438ھ / جولائی 2017ء

احرار

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے

87 سال

- ★ جے آئی ٹی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟
- ★ غدارِ وطن کون؟
- ★ انقلابِ ایران کی متنازعہ ترجیحات
- ★ یومِ عید
- ★ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام
- ★ مولوی، معاشرہ اور جدید فضلاء کی ذمہ داری
- ★ پاکستانی قادیانیوں کا وفد اسرائیل میں گیا

عید الفطر المبارک

مدرسہ معمورہ / تعارف واپیل

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء کو کرایہ کے ایک مکان میں ''مدرسہ معمورہ'' ملتان کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۹ء میں یہ مدرسہ، دارِ بنی ہاشم میں منتقل ہوا۔ ۱۹۹۰ء میں

● ''جامعہ بستانِ عائشہ'' قائم کر کے بچیوں کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ الحمد للہ اس وقت دونوں مدارس میں حفظِ قرآن، ترجمہ وتفسیر اور فقہ وحدیث کی تعلیم جاری ہے۔

● مسجد باب رحمت ملتان کی تعمیر مکمّل ہو چکی ہے، صحن کی وسعت کے لیے پانچ مرلے کا پلاٹ خرید لیا ہے، پلاٹ کی چار دیواری اور امام وخطیب کی رہائش کے لیے ملحقہ مکان کی خرید باقی ہے۔ خرچ کا تخمینہ 15,00,000 پندرہ لاکھ روپے ہے۔ جسے آئندہ چھے ماہ میں مکمّل کرنا ہے۔ (ان شاء اللہ)

● مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں ایک سو سے زائد طلباء حفظِ قرآن، درسِ نظامی اور مڈل تک عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

● رہائشی طلباء کی جملہ ضروریات مدرسہ ہی کے ذمہ ہیں۔ علاوہ ازیں چناب نگر، چنیوٹ اور چیچہ وطنی میں تین مساجد کی جزوی تعمیر باقی ہے ● مسجد احرار چناب نگر سے ملحق مدرسہ ختم نبوت بھی زیر تعمیر ہے۔

● علاوہ ازیں چناب نگر میں ''مسلم ہسپتال'' کی تعمیر کے لیے مزید اراضی کی خرید اور تعمیر کا تخمینہ پانچ کروڑ روپے ہے۔ ● مدرسہ معمورہ میں طلباء کی درس گاہوں، رہائشی کمروں اور لائبریری کی تعمیر محرم ۱۴۳۹ھ میں شروع کی جارہی ہے۔ جس کا تخمینہ تین کروڑ روپے ہے۔ مدرسہ کا سالانہ خرچ پچاس لاکھ روپے ہے۔

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مختلف شہروں میں چھتیس مدارس تعلیم وخدمتِ دین میں مصروف ہیں۔

احباب سے درخواست ہے کہ اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات مدرسہ معمورہ کو عنایت فرمائیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے جاری کردہ اس دینی فیض کو عام کرنے میں ہمارے معاون بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ (آمین)

ترسیل زر کے لیے	بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان بذریعہ منی آرڈر: سید محمد کفیل بخاری، ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان 061-4511961,0300-6326621

الداعی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری / مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جلد 28 شمارہ 7 شوال المکرم 1438ھ / جولائی 2017ء

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

اداریہ:	جے آئی ٹی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	غدارِ وطن کون؟	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	سوشل میڈیا پر توہین ازواج واصحاب رسول کے مجرم کو موت کی سزا کا حکم		
	رمضان المبارک کا اہتمام اور تحفظ ختم نبوت کا کام:		
افکار:	مشرق وسطی میں ٹرمپائزیشن کے دور کا آغاز	مولانا زاہد الراشدی	7
//	انقلابِ ایران کی متنازعہ ترجیحات	مولانا زاہد الراشدی	10
//	مولوی، معاشرہ اور جدید فضلاء کی ذمہ داری	مولانا محمد عقیل کوہاٹی	13
	صحنِ گلشن میں وہی شور فغاں ہے کہ جو تھا	پروفیسر خالد شبیر احمد	20
دین ودانش:	یوم عید	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	23
//	حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام	مولانا حبیب الرحمن کیرانوی	25
//	میری جنت میں داخل ہو جا	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	29
//	احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۱۵)	حافظ عبید اللہ	30
مطالعۂ قادیانیت:	جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مسلمانوں کی تکفیر	محمد سفیر الاسلام	38
//	پاکستانی قادیانیوں کا وفد اسرائیل میں گیا	علی زمان	47
دعوتِ حق:	متلاشیانِ حق کو دعوت فکر وعمل (مکتوب نمبر ۲)	ڈاکٹر محمد آصف	49
ادب:	مرزا قادیانی تے امیر کابل	ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؔ	51
//	عشق کے قیدی (قسط: ۱۱)	ظفر جی	53
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب، احمدیت، اسلام کیوں نہیں؟	سید محمد کفیل بخاری	62
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی
حضرت پیر جی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

تزئین
محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— 200/- روپے
بیرون ملک ——— 4000/- روپے
فی شمارہ ——— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

جے آئی ٹی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

سید محمد کفیل بخاری

وزیراعظم نواز شریف ۱۵/جون کو فیڈرل جوڈیشل اکیڈمی میں جے آئی ٹی کے سامنے پیش ہوگئے۔ تین گھنٹے کی پوچھ گچھ کے بعد وزیراعظم نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''سب کچھ سپریم کورٹ اور جے آئی ٹی کو دے چکے۔ انھوں نے جے آئی ٹی سے سوال کیا کہ بتایا جائے میں نے کون سی کرپشن کی ہے۔ اگلے برس بڑی عوامی عدالت لگنے والی ہے، اس میں بھی سرخرو ہوں گے۔

وزیراعظم کے ترجمان مصدق ملک نے کہا:

''جے آئی ٹی سے تعصب کی بو آ رہی ہے۔ ''مسعود محمود'' جیسا وعدہ معاف گواہ ڈھونڈنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جے آئی ٹی نے انصاف کی بجائے دھونس، دھاندلی شروع کر دی ہے۔''

شہزادہ حماد بن جاسم نے کہا:

''جے آئی ٹی قطر آئی تو شریف خاندان کو لکھے گئے خط کے تمام مندرجات کی تصدیق کروں گا''

عمران خان کا کہنا ہے کہ:

''نواز شہباز کا اصل گھر اڈیالہ جیل ہے، جو سمجھتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوگا، وہ بھول جائیں بہت کچھ ہوگا''

دو مہینوں سے جاری تماشے کا ڈراپ سین ہونے والا ہے۔ عوام ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی کیفیت میں ہیں کہ جے آئی ٹی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ وزیراعظم، اُن کے دونوں بیٹے حسن اور حسین، ان کے بھائی شہباز شریف جے، آئی ٹی میں پیش ہو کر تفتیش کے مرحلے سے گزر چکے ہیں۔ سیاسی نجومیوں کی پیش گوئیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ حکمرانوں کے تیور بتلاتے ہیں کہ وہ کلین چٹ لے کر پہلے سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ میدان میں اتریں گے اور آئندہ انتخابات کا معرکہ بھی وہی سر کریں گے۔ اگرچہ وزیراعظم کی نااہلی کے امکانات بھی موجود ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ میدان نہیں چھوڑیں گے۔ رانا ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ ''اگر فیصلہ غلط آیا تو عوام قبول نہیں کریں گے'' کس زمرے میں آتا ہے؟ جو دھمکی مسلم لیگ (ن) کے سابق سینیٹر نہال ہاشمی نے دی، (ن) لیگ کے رہنما بھی انداز بدل کر وہی آموختہ دہرا رہے ہیں۔ وزیراعظم، ان کے ترجمان اور شہباز شریف کا دھمکی آمیز ردعمل فکر انگیز بھی ہے اور محل نظر بھی۔ یہ بات جے آئی ٹی کے فیصلے پر موقوف ہے کہ ریاستی ادارے آزاد ہیں یا مقید۔

پیپلز پارٹی، ملکی پارٹی کی بجائے اب صرف سندھ کی پارٹی بن کر رہ گئی ہے۔ پنجاب میں پہلے ہی اس کی پوزیشن

کمزور ہے لیکن آصف زرداری کی سیاسی بڑھکوں اور بلاول کی نابالغ چیخوں کے بعد صورت حال مزید ابتر ہوگئی ہے۔ امتیاز صفدر وڑائچ، فردوش عاشق اعوان اور دیگر پی پی رہنماؤں کی پی ٹی آئی میں شمولیت کے بعد مطلع مزید صاف ہوتا نظر آ رہا ہے۔ باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔

قمر زمان کائرہ، جنوبی پنجاب سے سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور مخدوم احمد محمود ہی آ بچے ہیں۔ عمران خان، پیپلز پارٹی کی تھکی اور پٹی ہوئی باقیات کو ساتھ لے کر کیا تبدیلی لائیں گے؟ جن لوگوں پر وہ کرپشن کا الزام لگاتے نہیں تھکتے تھے اب انھیں اپنی پارٹی میں شامل کر کے انھیں پی ٹی آئی کا پرچم اوڑھا رہے ہیں۔ اے کاش! وہ اپنی پارٹی خواتین کو دوپٹہ اوڑھا دیتے۔ لیکن خان صاحب جس کلچر کی نمائندگی کر رہے ہیں اس میں دوپٹے کی گنجائش نہیں۔

مسلم لیگ (ن) پنجاب سے کسی صورت دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ پی ٹی آئی انھیں پنجاب میں ٹف ٹائم ضرور دے گی لیکن مستقبل میں حکومت ن لیگ کی ہی بنتی نظر آ رہی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ اور (ن) لیگ دونوں سی پیک کا حصہ اور لازم وملزوم ہیں اور سی پیک کا مستقبل انھی سے وابستہ ہے۔ مرکز میں بھی یہی لوگ نظر آ رہے ہیں۔ پی پی پی اور ن لیگ کے مقابلے میں تیسری سیاسی قوت کے لیے گنجائش موجود تھی جسے عمران خان نے اپنی جلد بازیوں، نالائقیوں اور سیاسی نابالغی کی نذر کر دیا۔

جمعیت علماء اسلام، اس وقت پاکستان کی تیسری بڑی پارلیمانی جماعت ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے جس اعتدال، تحمل، تدبر، وقار اور سیاسی بصیرت سے اپنا سیاسی مقام بنایا، دینی قوتوں کو سہارا دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں ان کی سیاسی محنت قابلِ رشک اور قابل داد ہے۔ لیکن دین اور ملک دشمن قوتوں کو مولانا فضل الرحمٰن جیسا معتدل اور مفاہمت پسند سیاست دان بھی قبول نہیں۔ تین خودکش حملے مولانا پر ہو چکے ہیں، مولانا محمد خان شیرانی بھی خودکش حملے کی زد میں آ چکے ہیں اور اب ۱۲رمئی ۲۰۱۷ء کو مستونگ، بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا۔ جس میں ۳۰رافراد شہید اور ۴۰رزخمی ہوئے۔ مولانا حیدری پر قاتلانہ حملہ بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت سے بوکھلاہٹ کا اظہار ہے۔ جو قابلِ مذمت بھی ہے اور قابلِ افسوس بھی۔ سیکورٹی ترجمان کے مطابق مستونگ حملہ میں داعش کے مقامی ایجنٹ ملوث تھے۔ آپریشن ردالفساد کے ذریعے مولانا عبدالغفور حیدری پر حملے میں ملوث دہشت گرد ہلاک ہوگئے ہیں اور بعض گرفتار کیے گئے ہیں۔ جبکہ داعش کے مراکز اور پناہ گاہیں تباہ کر دی گئی ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ ''آئندہ انتخابات میں کس پارٹی سے اتحاد کریں گے یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔'' لیکن مولانا کے تیور اور سیاسی قوت کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ انتخابات کے نتیجے میں خیبر پختونخوا میں جے یو آئی ہی حکومت بنائے گی اور بلوچستان میں بھی، سیاسی جگلروں سے اقتدار کا نوالہ چھیننا مشکل ہے لیکن امید ہے کہ مولانا اپنی حکمت عملی سے ضرور کامیابی حاصل کریں گے۔ مولانا اس وقت (ن) لیگ کے اتحادی ہیں لیکن ناموسِ رسالت اور قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے حوالے سے مولانا کے مطالبات میں سے وزیر اعظم نے اب تک ایک بھی نہیں مانا۔ دیکھتے ہیں کہ مولانا اپنے مطالبات منوانے میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

غدارِ وطن کون؟

عبداللطیف خالد چیمہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ فتنۂ قادیانیت سامراج کی پیداوار ہے اور یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ کے نتیجے میں پرورش پانے والا یہ فتنہ اسلام اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ہر دم تازہ دم ہوتا ہے، پاکستان میں دہشت گردی اور اینٹی پاکستان سرگرمیاں قادیانیوں کی سرشت میں شامل ہیں، اس حوالے سے ہم یہاں روزنامہ ''اُمت کی ایک نیوز سٹوری من وعن نقل کر رہے ہیں تاکہ صاحبانِ حل وعقل اندر کی آنکھ سے اس کو دیکھیں، پڑھیں اور پھر تجزیہ کریں۔''

کراچی/حیدر آباد (نمائندہ خصوصی/بیورو رپورٹ) مفرور دہشت گرد اور کالعدم علیحدگی پسند تنظیم جئے سندھ متحدہ محاذ (جسمم) کے شفیع برفت اور قادیانی قیادت کا گٹھ جوڑ سامنے آ گیا ہے۔ یورپ میں قادیانی تنظیم شفیع برفت سمیت علیحدگی کا نعرہ لگانے والے بلوچ و دیگر رہنماؤں کو فنڈنگ کر رہی ہے اور یورپ میں ان کی سرگرمیوں کے لیے تعاون کرتی ہے۔ بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' بھی ان کی سرپرستی کر رہی ہے، قادیانی تنظیم کا مقصد پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنا اور علیحدگی پسندوں کو ساتھ ملا کر اپنا اثر ورسوخ بڑھانا ہے۔ تفصیلات کے مطابق یورپ میں قادیانی تنظیم نے باغی سندھی اور بلوچ رہنماؤں کی سرپرستی کا عمل تیز کر دیا ہے، انہیں پناہ فراہم کرنے سے لے کر فنڈنگ تک کی جا رہی ہے، اس فنڈنگ کا بڑا حصہ بالآخر ان تنظیموں کی پاکستان میں دہشت گرد کارروائیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ذرائع کے مطابق برطانیہ اور جرمنی میں موجود قادیانی جماعت کا مضبوط نیٹ ورک یہ معاملات چلا رہا ہے۔ برطانیہ کی قادیانی جماعت اپنے ملک میں مقیم خصوصاً بلوچ باغی رہنماؤں کو تعاون فراہم کرتی ہے جبکہ جرمنی کی تنظیم وہاں مہاجرین کے روپ میں مقیم پاکستانی باغیوں کی مدد کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق سندھ میں پٹریاں اڑانے سمیت دہشت گردی کی متعدد کارروائیوں میں ملوث کالعدم تنظیم جسمم کا سربراہ شفیع برفت بھی جرمنی پہنچ چکا ہے اور وہاں اسے قادیانی جماعت کی جانب سے بھرپور تعاون فراہم کیا جا رہا ہے۔ اثر ورسوخ استعمال کر کے شفیع برفت کو مہاجر کا اسٹیٹس دلایا جا رہا ہے، جبکہ اسے مالی تعاون بھی فراہم کیا گیا ہے، دوسری جانب دہشت گردی کے مقدمات میں مطلوب ہونے کے باوجود پاکستانی سفارت خانے یا وزارتِ خارجہ نے شفیع برفت کی حوالگی کے لیے اب تک کوئی سرگرمی نہیں دکھائی۔ ذرائع کے مطابق شفیع برفت کی ہدایت پر جسمم کے دہشت گردوں نے بلوچ علیحدگی پسندوں اور ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر سندھ بھر میں ریل کی پٹریاں اور گیس لائنیں اڑانے اور پیٹرول بم دھماکوں سمیت دہشت گردی کی کئی وارداتیں انجام دیں۔ تاہم جسمم کے کئی دہشت گردوں کے مارے جانے اور

متعدد کے گرفتار ہونے پر شفیع برفت ''را'' کی مدد سے افغانستان فرار ہو گیا تھا۔ جہاں سے وہ اب جرمنی پہنچ گیا ہے۔ شفیع برفت آجکل جرمنی میں پناہ گزین ہے اور وہاں قادیانی تنظیم اس کی سرپرستی اور تعاون کر رہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ جرمنی و دیگر یورپی ممالک میں مقیم قادیانی ''را'' کے ایما پر سندھ میں دہشت گردی کیلئے فنڈنگ کرتے رہے ہیں۔ شفیع برفت کی ایک ٹوئٹ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے قادیانیوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ شفیع برفت نے ٹوئٹ میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مسلمانوں کا ہر فرقہ دہشت گرد و جہادی پیدا کر رہا ہے، سوائے قادیانی فرقے کے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی ہی اصل مسلمان ہیں''۔ ایک بھی قادیانی آج تک خودکش بمبار، دہشت گرد حملہ آور کے طور پر سامنے نہیں آیا۔ شفیع برفت نے اپنی ٹوئٹ میں کافر قادیانیوں کی وکالت کرتے ہوئے انہیں اصل و پکا مسلمان قرار دیا اور قادیانیت کو معاذ اللہ اسلام کا ایک فرقہ قرار دیدیا۔ ذرائع کے مطابق شفیع برفت جو خود دہشت گردی کی بڑی کارروائیوں میں ملوث ہے ،اس کی جانب سے امن کی بات کرنا بذات خود مذاق ہے۔ اس نے یہ ٹوئٹ اپنے مربی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے دیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ خود کو قادیانیوں کا ہمدرد ثابت کر کے پناہ کیلئے اپنا کیس بھی مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ (روزنامہ ''اُمت'' کراچی 10 / جون 2017ء صفحہ اوّل) اس خبر سے عیاں صورتحال کا ادراک مذہبی حلقوں کو تو ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران، سیاستدان، مقتدر حلقے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے صورتحال کی سنگینی اور وطن عزیز کی بقاء و سلامتی کو ملحوظ رکھتے ہوئے، ملک دشمن عناصر کو بے نقاب بھی کریں اور ان کو ان کے منطقی انجام تک پہنچائیں۔

سوشل میڈیا پر توہین ازواج واصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مجرم کو موت کی سزا کا حکم:

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اس کے دستور اور تعزیرات پاکستان میں ایسی سزائیں موجود ہیں کہ جو لوگ توہین اسلام، توہین رسالت اور توہین صحابہ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم کریں تو ان کو قوانین کے مطابق سزا دے، لیکن بد قسمتی سے عالمی استعماری ایجنڈے کی روشنی میں ہمارے مقتدر حلقے قوانین اور عدالتوں پر اثر انداز ہو کر ان کو بے اثر اور غیر مؤثر کر دیتے ہیں، سوشل میڈیا پر جو طوفان بدتمیزی پیدا ہوا، اس پر اسلام آباد ہائی کورٹ کے جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے جو ریمارکس دیے اس کی صدائے بازگشت پوری دنیا میں سنی گئی، جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے احکامات پر بہت خفیف درجے میں عمل درآمد کرتے ہوئے سوشل میڈیا سے مواد ہٹانے کے لیے تھوڑا بہت کام ہوا جبکہ بہت سا کام ابھی باقی ہے، ہمارے لیے یہ امر بہت خوش آئند ہے کہ 10۔ جون کو بہاولپور کی انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت (ATC) کے جج جناب جسٹس شبیر احمد نے تیس سالہ ایک شخص کو سزائے موت سنا دی، ذرائع ابلاغ کے مطابق ملزم تیمور رضا، جس نے فیس بک پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے خلاف توہین آمیز مواد شائع کیا تھا، کے خلاف قانون کے مطابق شہادتیں مکمل ہونے کے بعد موت کی سزا کا حکم سنایا، کاؤنٹر ٹیرازم

ڈیپارٹمنٹ (CTD) نے ملزم کو گزشتہ سال بہاولپور سے گرفتار کیا تھا اور ملتان پولیس اسٹیشن میں اس کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا تھا، لاہور سے تعلق رکھنے والے ملزم تیمور رضاء نے فیس بک پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے خلاف توہین آمیز مواد اپ لوڈ کیا تھا، یادرہے کہ سوشل میڈیا پر اس قسم کی گستاخی پر ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کسی ملزم کو جرم ثابت ہونے پر یہ سزا سنائی گئی ہو، ہم سمجھتے ہیں کہ توہین اسلام، توہین رسالت، توہین ختم نبوت اور توہین ازواج واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والوں کو اگر اسی طرح قانون کی گرفت میں لاکر سزا دینے کا عمل تواتر کے ساتھ جاری وساری ہوجائے تو قانون کی عمل داری ہوتی ہوئی نظر بھی آنے لگے گی اور مجرم اپنے انجام بد کو بھی پہنچیں گے، لیکن اگر مجرموں کو عدالتوں سے سزاؤں کے بعد حکومتی چھتری کے نیچے بچایا جاتا رہا اور توہین رسالت کے سزا یافتہ مجرموں کو پروٹوکول کے ساتھ بیرون ممالک بھیجنے کا عمل نہ روکا گیا تو کشیدگی کم ہونے کی بجائے بڑھنے کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام اور پاکستان کی سچی محبت سے نوازیں اور ہم سب قانون کا احترام کرنے والے بن جائیں، امین یارب العالمین

رمضان المبارک کا اہتمام اور تحفظ ختم نبوت کا کام:

رمضان کا مبارک مہینہ گزر گیا، اللہ کے نیک بندوں نے اس مہینے میں نیکیاں سمیٹیں اور منکرات سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کی، دینی جماعتوں اور دینی اداروں کے لیے تعاون کے حوالے سے یہ مہینہ اہم ہوتا ہے، سو اس گئے گزرے دور میں بھی لوگوں نے صدقات واجبہ اور عطیات سے بھرپور تعاون کیا، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں آمین مجلس احرار اسلام اور اس کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور مبلغین نے اپنی بساط کے مطابق ملک بھر میں پورا مہینہ پیغام ختم نبوت اور درس ختم نبوت جیسے مقدس عنوانات کے تحت اپنی دینی وتعلیمی سرگرمیاں بھرپور انداز میں جاری وساری رکھیں، مجلس کے زیر انتظام ملک بھر میں چالیس کے لگ بھگ دینی مدارس، مساجد اور دفاتر ہمہ وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت وختم نبوت کے لیے سرگرم عمل ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ عید الفطر کے بعد ملک بھر میں فہم ختم نبوت کورسز شروع کیئے جارہے ہیں۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت کی جو مہم گزشتہ مہینوں شروع ہوئی تھی اور یکم فروری 2017ء کو اسلام آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی میزبانی اور مولانا فضل الرحمٰن کی صدارت میں چھے نکاتی مطالبات حکومت کے سامنے رکھے تھے، ہنوز ان کو پذیرائی نہ ملنا حکومتی حلقوں کی طرف سے بدترین قادیانیت نوازی کے زمرے میں آتا ہے، ہم کسی صورت دینی حمیت اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیاست پر قربان نہیں کرسکتے، جب تک زندہ ہیں اسی نام سے جئیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی نام پر مریں گے۔

مشرق وسطی میں ٹرمپائزیشن کے دور کا آغاز

مولانا زاہدالراشدی

بھلا ہو جرمن وزیر خارجہ زیگمار گابرئیل کا کہ انہوں نے میری ایک ذہنی الجھن دور کر دی ہے۔ میں کچھ عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ اب سے ایک صدی قبل جب مشرق وسطی کی نئی جغرافیائی حد بندی ہوئی تھی اور جنگ عظیم اول کے ساتھ ہی خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد اس خطہ میں چند نئی خودمختار اور آزاد ریاستیں وجود میں آئی تھیں تو اس کا راستہ ہموار کرنے والوں میں بہت سے لوگ اور عناصر شامل تھے اور یہ ایک طویل و مربوط بین الاقوامی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ مگر اس سارے عمل میں ایک نام بنیادی کردار کے طور پر سامنے آتا رہا ہے اور اب بھی اسے اس جوڑ توڑ کا مرکزی کردار سمجھا جاتا ہے جس کا نام کرنل تھامس ایڈورڈ لارنس تھا اور اسے اس کے اس تاریخی کردار کے باعث لارنس آف عریبیا کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ یہ صاحب جنگ عظیم اول کے دوران برطانوی فوج میں میجر تھے، مشرق وسطی میں آکر عربی زبان سیکھی، مسلمانوں والے طور طریقے اختیار کیے، عربی لباس پہنا، عرب کلچر سے واقفیت حاصل کی اور ایک عرب مسلمان کے روپ میں متحرک ہو گئے۔ میجر لارنس نے نہ صرف عربوں کو ترک خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا بلکہ باہمی منقسم عرب قومیتوں مثلاً مصری، شامی، عراقی، فلسطینی، حجازی، نجدی وغیرہ کے امتیازات و اختلافات کو ابھار کر مشرق وسطی کی نئی جغرافیائی تقسیم کی راہ ہموار کی اور اس مشن میں کامیابی کے بعد کرنل کا خطاب پا کر برطانیہ واپس چلے گئے۔ مجھے آکسفورڈ میں کرنل لارنس کی قبر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں اس کے سرہانے کھڑا تاریخ کی بھول بھلیوں میں کچھ دیر کے لیے گم ہو کر رہ گیا تھا۔ اب ایک صدی گزرنے پر مشرق وسطی کی ازسرِ نو جغرافیائی تقسیم کا مرحلہ درپیش ہے، موجودہ سرحدات پر نظر ثانی اور نئی جغرافیائی سرحدوں کی حد بندی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور متعدد فارمولے مختلف اطراف سے سامنے آ رہے ہیں۔ میری الجھن یہ تھی کہ اس کے مرکزی کردار کے طور پر کس شخصیت کا نام لیا جائے گا۔ ویسے تو اس کی منصوبہ بندی میں جارج ڈبلیو بش، ڈک چینی اور ٹونی بلیئر کے نام خاصے معروف ہیں لیکن مرکزی کردار کا خانہ ابھی تک خالی دکھائی دے رہا تھا۔ جرمن وزیر خارجہ زیگمار گابرئیل نے گزشتہ دنوں قطر اور سعودی عرب کے تنازعے پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ پر مشرق وسطی میں تنازعات کو ابھارنے کا الزام عائد کیا ہے اور کہا ہے کہ پہلے سے تنازعات سے دوچار مشرق وسطی کے خطے میں ٹرمپ کی دخل اندازی بہت ہی خطرناک ہے۔ اور انہوں نے اسے ٹرمپائزیشن کا نام دیا ہے جس سے میرے ذہن میں اس منصوبے کے مرکزی کردار کا خالی خانہ پر ہوتا دکھائی دینے لگا ہے۔ جغرافیائی سرحدوں میں نئی تبدیلیوں کی بات کافی عرصہ سے چل رہی ہے۔ سابق امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن کی یادداشتوں میں بھی اس منصوبے کا ذکر موجود ہے جس میں عراق

کو تین حصوں میں تقسیم کر دینے کا پروگرام تھا۔ سنی عراق' شیعہ عراق' کرد عراق۔ اسی طرح شام اور سعودی عرب کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی باتیں مختلف اوقات میں سامنے آتی رہی ہیں۔ عراق اور شام کے مسلح سنی گروپوں سے تشکیل پانے والی داعش کے بہت سے منفی کاموں کے ساتھ ایک مثبت پہلو بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے آنے سے عراق اور شام کی مختلف ملکوں میں تقسیم کے منصوبے میں وقتی رکاوٹ آ گئی ہے۔ اگر داعش قتل و قتال اور تکفیر کے خوارج کے ایجنڈے پر نہ چلی جاتی اور دام ہمرنگ زمین طرز کی بین الاقوامی سازشوں کے جال میں نہ پھنستی تو اس کا یہ مثبت پہلو زیادہ نمایاں ہوتا اور صورتحال یہ نہ ہوتی جو اب نظر آ رہی ہے۔ مگر تقدیر کے فیصلوں کے سامنے کس کا بس چلتا ہے؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس نئی منصوبہ بندی کا ہوم ورک کسی حد تک مکمل ہو چکا ہے کہ ٹرمپ صاحب اسے لے کر آگے چل پڑے ہیں اور انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ جبکہ جرمن وزیر خارجہ کے بقول اب سے شروع ہونے والا دور ٹرمپائزیشن کا دور ہوگا جس کی شروعات اسلامی سربراہ کانفرنس سے ہوئی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے نہ صرف اس سے سرپرستانہ خطاب کیا ہے بلکہ جاتے ہوئے سعودی عرب اور قطر کے غیر متوقع تنازعہ کا تحفہ بھی دے گئے ہیں۔ ان کے رخصت ہوتے ہی سعودی عرب سمیت چھ عرب ممالک نے قطر سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور ٹرمپ صاحب نے اس تنازعہ کو حل کرانے کے لیے ثالثی کی پیشکش بھی فرما دی ہے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور قطر کے درمیان اس تنازعہ کی بنیاد کیا ہے؟ اس کے بارے میں مختلف باتیں کہی جا رہی ہیں۔ ایک عرب تبصرہ نگار ڈاکٹر ہدی نجات کا کہنا ہے کہ اصل بات لین دین کی ہے کہ صدر ٹرمپ نے سعودی عرب سے پانچ سو ملین ڈالر کی جو رقم ہتھیاروں کی فروخت کے حوالہ سے وصول کی ہے اس میں اصل تقاضہ پندرہ سو ملین ڈالر کا تھا مگر ادائیگی پانچ سو ملین ڈالر کی ہوئی ہے جو مبینہ سمجھوتے کے مطابق سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور قطر تینوں کو ادا کرنا تھی۔ ڈاکٹر نجات کے بقول اس میں قطر نے اپنے حصہ کی رقم ادا نہیں کی جو تنازعہ کی وجہ بنی ہے۔ اور ان کے مضمون میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اب قطر اور امریکہ کے درمیان اندرون خانہ گفتگو چل رہی ہے جس سے یہ امکان پیدا ہو گیا ہے کہ قطر قسطوں میں یہ رقم ادا کرے گا۔ ممکن ہے تنازعہ کی اصل وجہ یہی ہو مگر تاریخ کے ایک طالب علم کے طور پر میرے ذہن میں یہ بات کھٹک رہی ہے کہ ایک صدی قبل مشرق وسطی میں اس وقت کی بڑی عالمی قوت برطانیہ نے مختلف خطوں میں بعض خاندانوں کے نسل در نسل حق اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے جو الگ الگ معاہدات کیے تھے، شاید قطر اس معاہدہ کی حدود کی پابندی نہیں کر رہا جس کی تھوڑی سی جھلک قطری وزیر خارجہ کے ایک حالیہ بیان میں دکھائی دیتی ہے جس میں ان کا کہنا ہے کہ ہمیں خود مختاری کی سزا دی جا رہی ہے۔ البتہ سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے ایک بیان میں اس کی جو وجہ ظاہر کی ہے وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قطر کو اخوان المسلمون اور حماس کے ساتھ تعاون پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ حالانکہ اخوان المسلمون عرب دنیا کی ایک اسلام پسند تنظیم ہے جو معاشرے میں اسلامی احکام و قوانین کی عملداری کے لیے ایک عرصہ سے محنت کر رہی ہے، اس نے کبھی ہتھیار نہیں اٹھائے بلکہ پر امن عوامی

جدوجہد کو ہی اپنا طریقِ کار بنایا ہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ رائے عامہ اور ووٹ کے ذریعے اقتدار تک رسائی حاصل کرنے کے باوجود اس کے راہنما جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے بند ہیں۔ ان کی بعض آرا اور طریق کار کے بعض پہلوؤں سے اختلاف کی گنجائش ہے لیکن ان سے اس درجہ کا اختلاف کہ معاملہ ان کے خلاف محاذ آرائی تک جا پہنچے اور اس کی بنیاد پر مقاطعہ کی نوبت آ جائے، نہ شرعاً درست ہے اور نہ ہی حکمت و تدبر کا تقاضہ ہے۔ جبکہ حماس تو آزادیٔ فلسطین کے لیے جدوجہد کرنے والوں اور مسلسل قربانیاں دینے والوں کی تنظیم ہے، انہیں دہشت گردوں کے زمرے میں شمار کرنا خود آزادیٔ فلسطین کے موقف کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ داعش کی حد تک تو یہ طرز عمل ٹھیک تھا جو اختیار کیا گیا ہے اس لیے کہ انہوں نے بلا جواز ہتھیار اٹھا رکھے ہیں اور قتل و قتال اور تکفیر کے فتنہ کی آبیاری کر رہے ہیں لیکن رائے عامہ اور ووٹ کے ذریعہ جدوجہد کرنے والی اخوان المسلمون کو ان کے ساتھ شمار کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر ہتھیار اٹھا کر جدوجہد کرنے والے بھی غلط ہیں اور عدم تشدد کے اصول پر چلتے ہوئے پرامن جدوجہد کرنے والے بھی غلط ہیں تو پھر نفاذِ اسلام کی محنت اور نظامِ کفر کے خاتمہ کے لیے محنت کا کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ سعودی عرب کی اسلامی مرکزیت کو نفاذِ اسلام کی پرامن جدوجہد کا راستہ روکنے کے لیے آڑ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سعودی حکومت حرمین شریفین کی خدمت کے حوالے سے دنیائے اسلام میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے لیکن اخوان المسلمون اور حماس کے بارے میں اس کی نئی پوزیشن نا قابل فہم ہے، اس معاملہ میں سعودی حکومت کو اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرنا ہوگی ورنہ ملت اسلامیہ خصوصاً عالم عرب میں ایک نئے خلفشار کا راستہ روکنا مشکل ہو جائے گا۔

not found.

انقلابِ ایران کی متنازعہ ترجیحات

مولانا زاہد الراشدی

ایران کے معروف اپوزیشن گروپ قومی مزاحمتی کونسل کی چیئر پرسن مریم رجاوی نے گزشتہ دنوں سعودی عرب کی میزبانی میں ہونے والی اسلامی امریکی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ لاہور کے ایک روزنامہ میں 6 جون 2017 کو شائع ہونے والی خبر کے مطابق مریم رجاوی نے پیرس میں اپنی پارٹی کی ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ خطے میں جنگوں اور دہشت گردی کا ماخذ ایران کو قرار دینے کا اعلان حقیقت ہے اور ایران میں ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام ہی خطے میں بدامنی اور دیگر تمام مسائل کی جڑ ہے۔ مریم رجاوی کا تعلق مسعود رجاوی کے خاندان سے بتایا جاتا ہے جو شاہ ایران کے دور میں بائیں بازو کی سیاسی جماعت تودہ پارٹی کے لیڈر تھے اور شاہِ ایران کے خلاف انقلاب کی جدوجہد کا حصہ تھے۔ بادشاہت کے خلاف انقلاب کی عوامی جدوجہد میں ایران کے مذہبی راہنماؤں کے ساتھ کمیونسٹ اور نیشنلسٹ عناصر بھی شریک تھے مگر کامیابی کے بعد مذہبی راہنماں کی قوت کار، نظم وضبط، منصوبہ بندی اور بے پناہ عوامی حمایت کے باعث باقی عناصر بتدریج پیچھے ہٹتے چلے گئے اور مذہبی قیادت نے انقلاب کا تمام تر نظم نہ صرف اپنے ہاتھ میں لے لیا بلکہ وہ اب تک اسے کامیابی کے ساتھ چلا بھی رہے ہیں جو ان کے نظریات اور پالیسیوں سے اختلاف کے باوجود بہر حال ان کا کریڈٹ بنتا ہے۔ ہمارے ہاں دراصل معاملات کو صرف ایک رخ سے دیکھنے کا مزاج اس قدر پختہ ہو گیا ہے کہ اس سے مختلف زاویہ سے صورتحال کا جائزہ لینا شجرِ ممنوعہ کی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے، ورنہ عقائد ونظریات سے ہٹ کر عوامی انقلاب لانے، اسے کنٹرول کرنے اور کامیابی وتسلسل کے ساتھ اسے جاری رکھنے میں ایرانی مذہبی قیادت کی اب تک کی حکمت عملی اور طریق کار کی اسٹڈی کی ضرورت ہے۔ مگر ہم محض جذباتی نعروں اور مطالبوں والی قوم ہیں اور اس سے زیادہ کوئی ذمہ داری لینے کے لیے ہم تیار نہیں ہوتے۔ مریم رجاوی اور ان کی قومی مزاحمت کونسل کا ایجنڈا کیا ہے اور ان کے حالیہ نظریات وافکار کا دائرہ کیا ہے، ہم سرِ دست نہ اس سے پوری طرح آگاہ ہیں اور نہ ہی ان سے دلچسپی کا کوئی فوری داعیہ ہمارے سامنے ہے۔ البتہ انہوں نے مشرقِ وسطی کی تازہ صورتحال کے بارے میں اسلامی امریکی کانفرنس کے فیصلوں کی حمایت کرتے ہوئے جو مذکورہ بالا دو جملے کہے ہیں ان کے بارےمیں ہم کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ ایک یہ کہ ان کے نزدیک ایران میں ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام خطے میں بدامنی اور دیگر تمام مسائل کی جڑ ہے اور دوسرا ان کے خیال میں ایران کو خطے میں موجودہ جنگوں اور دہشت گردوں کا ماخذ قرار دینا درست ہے۔ مریم رجاوی اگرچہ پیرس میں جلاوطنی کی زندگی گزار

رہی ہیں اور اپنے خاندانی ماضی کے باعث بائیں بازو کے خیالات کی حامل سمجھی جاتی ہیں لیکن بہر حال وہ ایرانی ہیں، سیاسی راہنما ہیں اور ایرانی قوم کے ایک حصے کی نمائندگی کرتی ہیں اس لیے ان کی اس بات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس کا جائزہ لینا معاملات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام سے مراد یہ ہے کہ ایرانی دستور میں اثنا عشری شیعہ مذہب کے عقائد کو دستور و قانون کی بنیاد بنایا گیا ہے جس کے مطابق بارہ اماموں میں سے آخری بزرگ جو امام غائب اور ولی عصر کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں اس لیے حاکمیت اعلیٰ کا حق وہی رکھتے ہیں اور ایرانی دستور میں انہی کی حاکمیت کو عملاً نافذ کرنے کا نظم وضع کیا گیا ہے۔ امام غائب کے ظاہر ہونے تک کا زمانہ غیبوبت کا زمان کہلاتا ہے اور اس دوران ان تک براہ راست رسائی بھی میسر نہیں ہے، اس لیے ان کی نیابت کے لیے اپنے وقت کے سب سے بڑے اور ممتاز فقیہ کو ان کا قائم مقام چنا جاتا ہے جس کے لیے ایرانی دستور میں باقاعدہ طریق کار اور شرائط طے ہیں۔ اس دستوری طریق کار کے مطابق جو صاحب اس منصب کے لیے چن لیے جاتے ہیں انہیں ولایت فقیہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ امام غائب کے نمائندہ کے طور پر ان کے اختیارات استعمال کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ انہیں حکومت، صدر، پارلیمنٹ اور عدالتِ عظمیٰ سمیت کسی بھی ادارے کے کسی بھی فیصلے کو ویٹو کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور ان کے کسی فیصلے کو کہیں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ وقت میں یہ حیثیت جناب آیت اللہ خامنہ ای کو حاصل ہے۔ ولایت فقیہ کا یہ شخصی اختیار پاپائے روم کے ان اختیارات کے مشابہ لگتا ہے جو انہیں یورپ کے بادشاہی دور میں حکومتوں کے مذہبی سرپرست کے طور پر حاصل تھا اور شاید مریم رجاوی بھی ولایت فقیہ کے اسی پہلو پر تنقید کر رہی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل مجھ سے ایک مجلس میں کسی دوست نے سوال کیا کہ سعودی عرب کا نظام شخصی بادشاہت پر قائم ہے، کیا آپ اس کی حمایت کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں بادشاہت کی کسی بھی شکل کو اسلامی نہیں سمجھتا اور نہ اس کی حمایت کرتا ہوں لیکن مجھے شخصی اختیارات کے حوالہ سے بادشاہت اور ولایت فقیہ میں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ عملی نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ جہاں تک خطے میں جنگوں اور دہشت گردی کے فروغ میں ایران کے مبینہ کردار کی بات ہے اس کا بھی گہری سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور ہمارے خیال میں سب سے زیادہ یہ ضرورت خود ایران کی ہے کہ وہ انقلاب ایران کے بعد سے اب تک کی صورتحال کا از سرِ نو جائزہ لے اور دیکھے کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس کی پالیسیاں اور طرزِ عمل کہاں کہاں اور کس کس انداز میں جھلک رہا ہے۔ ہم اس سے قبل یہ بات متعدد بار لکھ چکے ہیں کہ اگر انقلابِ ایران کو مذہب دشمنی اور سیکولرازم کے عالمی تسلط کے اس دور میں ایک کامیاب مذہبی انقلاب کے دائرے میں محدود رکھا جاتا اور اسے ایک مسلکی انقلاب کے طور پر اردگرد کے دیگر ممالک میں برآمد کرنے کی پالیسی

اختیار نہ کی جاتی تو آج صورتحال یقیناً بہت مختلف ہوتی۔ایک کامیاب مذہبی انقلاب کے طور پر ہم بھی انقلابِ ایران کا خیرمقدم کرنے والوں میں شامل تھے اور ہم نے یہ توقع وابستہ کرلی تھی کہ ایران کا کامیاب اور بھرپور مذہبی انقلاب عالم اسلام کی ان مذہبی قوتوں اور تحریکوں کا معاون بنے گا جو اپنے اپنے ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے محنت کر رہی ہیں۔لیکن یہ توقع غلط ثابت ہوئی حتی کہ خود ہمارے ہاں پاکستان میں اسلامی تحریکوں کو سپورٹ کرنے کی بجائے فقہ جعفریہ کے نفاذ کی تحریک کے عنوان سے پریشان کن مسائل کھڑے کر دیے گئے۔جبکہ دیگر مسلم ممالک بالخصوص مشرقِ وسطی میں بھی مسلکی ہم نواؤں کو منظّم ومتحرک بلکہ مسلح اور مورچہ بند کرنے کی حکمت عملی اختیار کی گئی جیسا کہ عراق، شام، کویت، سعودی عرب، لبنان اور یمن وغیرہ کی صورتحال سے واضح ہے۔یہاں تک کہ اردن کے فرمانروا شاہ عبداللہ کو ایک موقع پر یہ کہنا پڑا کہ ہم اس خطے کے سنی شیعہ ہلال کے حصار میں ہیں۔جبکہ اس حصار کو آج سعودی عرب کے گرد کھلی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ایران عراق جنگ سے لے کر یمن اور شام کے موجودہ بحران تک حالات وواقعات کا جو تسلسل ہمارے کربناک ملی المیوں کی نشاندہی کر رہا ہے اس میں یقیناً عالمی استعمار کا کردار سب سے زیادہ شرمناک اور خوفناک ہے لیکن اس سے ہم اس کے علاوہ اور کیا توقع کر سکتے ہیں؟ ہم خطے میں سنی وشیعہ کے باہمی تصادم کے حق میں نہیں ہیں بلکہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اس حوالہ سے اب تک جو ہو چکا ہے اسے کسی طرح ریورس گیئر لگے کیونکہ اس کا فائدہ اسرائیل اور اس کے سرپرست عالمی استعمار کے سوا کسی کو نہیں ہے۔لیکن ایرانی راہنما مریم رجاوی کی طرح ہمارے خیال میں بھی ماضی اور مستقبل دونوں حوالوں سے اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری ایران پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کا کوئی راستہ ضرور نکالے ورنہ خطرہ ہے کہ خطہ کے امن کے ساتھ ایران کا مذہبی انقلاب بھی اس انتشار کی زد میں آئے گا۔یہاں تک لکھا جا چکا تھا کہ ایران کی پارلیمنٹ اور آیت اللہ خمینی کے مزار پر حملوں کی خبر آگئی، ان حملوں کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے اور ہم اس پر ایرانی قوم کے ساتھ افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔اللہ تعالی پورے عالم اسلام کو ہر قسم کی دہشت گردی سے نجات عطا فرمائے، آمین۔

مولوی، معاشرہ اور جدید فضلاء کی ذمہ داری

مولانا محمد طفیل کوہاٹی

مدرسہ دورِ جدید کی دجالی تہذیب کے مقابلے میں ''حق'' کا بہت بڑا مورچہ ہے، مدرسہ کی آبادی و شادابی تہذیب جدید کے نمائندوں کی آنکھ کا کانٹا ہے اور ان کے مالی وسائل کا ایک بڑا حصہ مدرسہ کے کردار کو غیر مؤثر کرنے کی کوششوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ کئی این جی اوز اس سے حوالے سے سرگرم ہیں، ان کے ارباب کو کبھی ایک دن بھی مدرسہ میں گزارنے کا اتفاق نہیں ہوا، لیکن وہ لاکھوں خرچ کر کے مدارس کی اصلاح کے لیے سیمینارز منعقد کر رہے ہیں اور جدید فاضل کو ''حسی تمدن'' اور ''دجالی تہذیب'' سے ہم آہنگی کا درس دے رہے ہیں، تاہم یہ بات واضح ہے کہ اگر مدارس میں خود احتسابی کا عنصر باقی ہو اور اپنی کمزوریوں کے ادراک اور تدارک میں تساہل نہ برتا جائے تو اس کے تشخص اور نظریہ کو دنیا کی کوئی طاقت بہ زور ختم نہیں کر سکتی اور اس کی آئندہ نسلیں پہلوں سے بڑھ کر میدان سنبھالنے کی اہل ہوں گی۔

جدید فاضل ہماری محنتوں کا ثمرہ اور نیک توقعات کا محور ہے۔ عصر جدید کی پیچیدہ ترین علمی و عملی تحدیات میں امت کی رہنمائی کا فریضہ اسی نے انجام دینا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی ذہنی و عملی استعدادیں اس درجہ قوی ہوں کہ وہ ان تحدیات کی مقاومت اور ان سے بخوبی عہدہ برا ہونے کا فرض نبھا سکے۔ اس حوالے سے اپنے جدید فضلاء کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ امید ہے کہ معاشرہ میں ایجابی کام کے حوالے سے ان کی اہمیت محسوس کی جائے گی۔

(۱) ہم جس ماحول میں جی رہے ہیں یہ اپنی روح کے اعتبار سے اسلامی نہیں، اسلامی اقدار: دیانت، امانت، فرض شناسی، حیا، عدل و انصاف اور ایثار و مروت وغیرہ کی معاشرتی و ریاستی سطح پر پامالی مُشاہَد ہے۔ اس کی بنیادی وجہ عالمی طاقتوں کا جبراً مسلط کردہ دجالی نظام ہے جس کی بنا مادیت پرستی، نتائجیت پرستی، عقلیت پرستی اور جمہوریت پر قائم ہے۔ یہ اقدار اپنی ماہیت میں اسلامی اقدار سے بالکلیہ متصادم ہیں۔ فحاشی و عریانی کے چہار سو پھیلے مظاہر، شہوانی جذبات کی برانگیختگی کا سبب ہیں۔ ملاوٹ، دھوکہ دہی، کام چوری، حرام خوری، جھوٹ، حرص اور مادی ترقی کے لیے حلال و حرام کی تمیز کا خاتمہ اب کلچر کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ ان منفی اقدار کے اثرات سے حفاظت ایک مشکل اور کٹھن کام ہے۔ بڑے بڑے عبادت گزار اور دین دار کہلانے والے دانستہ یا نادانستہ ان کی زد میں ہیں۔

موجودہ مادی ثقافت سے ہم آہنگی تبھی ممکن ہے ہے جب یہ منفی اقدار طبع پر پوری طرح حاوی اور مزاج کا حصہ ہوں۔ ان کے مقابل اگر روحانی اقدار کو غلبہ دیا جائے تو عصر جدید کے مادی و حسی تمدن سے مقابلہ کے لیے عمل کی وہ قوت

حاصل کی جاسکتی ہے جو مدرسہ سے حاصل شدہ علم کے عین مطابق ہوگی، لیکن اس ماحول میں فاضل کے لیے اپنے علم (قرآن وحدیث) اور عمل کے اندر کامل مطابقت پیدا کرنا ایک بڑا چیلنج ضرور ہے۔ ہمارا فاضل اس مقاومت میں احساسِ کمتری کے باعث فکری ونظریاتی شکست اور تہذیبِ جدید سے ہم آہنگی کے میلانات کا شکار ہوجاتا ہے۔ اپنے آپ کو مادیت کی ہمہ جہتی، چکاچوند اور حسی تمدن کے اثرات سے محفوظ رکھنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ وہ فقرِ بوذر (رضی اللہ عنہ) اور خوئے حیدری (رضی اللہ عنہ) کا علم رکھنے کے باوجود اسے عملاً برتنے میں ناکام رہتا ہے۔ اسے بھی مادی آسائشوں سے مستفید ہونے اور اپنی دینی خدمات کی انجام دہی کے لیے مادی طرق اور حسی نمائشوں کو اپنانے میں دل چسپی پیدا ہوجاتی ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مجددین کی پوری تاریخ اس کی گواہ ہے کہ انھوں نے اپنے ادوار کے مادی اور حسی تمدن سے بغاوت کی ہے اور اسے اپنے مقاصد کے لیے سب سے بڑی آڑ سمجھا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور مجددین کے مقابل طبقات ہمیشہ سے مادی وحسی تمدن کے نمائندے رہے ہیں۔ حق کے غلبہ کے بعد ان اساطین نے اس مادی تمدن کے مظاہر سے مستفید ہونے کی بجائے اس کا خاتمہ اور اپنے متعلقین کو اس سے بچانے کی سعی کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جب فرعون غرق ہوا تو آپ نے ان کے محلات کی طرف دیکھا تک نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روم وفارس کے بڑے بڑے مراکز فتح کرنے کے باوجود اپنا تختِ خلافت مساجد کی چٹائیوں پر سجائے رکھا اور ان کے محلات اور آسائشوں کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ آج دین کی تبلیغ کے لیے مسجد کے بجائے ہوٹلوں کے ہالوں، منبر کی جگہ سٹوڈیو کا انتخاب اور مدارس کی تعمیر اور جلسوں میں حسی تمدن کی نقالی مادیت کے اسی ہمہ گیر سیلاب سے تأثر کا نتیجہ ہے۔

ہمارے فاضل کی اس تمدن میں اپنا ایجابی کردار ادا کرنے اور تحزُّب وتشتُّت سے بالاتر ہوکر اس کی تحدیات سے نبردآزما ہونے کے لیے علم وعمل کی مطابقت کا جو معرکہ سر کرنا ہے اس کا واحد ذریعہ ''تزکیۂ باطن'' ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اس کا حصول اہل اللہ کی صحبت کے بغیر مشکل ہے۔

انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، اس کو دو جہان عطا کیے گئے ہیں: ایک جہانِ اصغر یعنی اس کی ذات اور ایک جہانِ اکبر یعنی خطۂ ارضی۔ ان دونوں جہانوں پر طاغوت کے غلبہ کا استیصال اور احکامِ الٰہی کا نفاذ ہی فریضۂ خلافت کا اوّلین تقاضا ہے۔ منصبِ خلافت کی انجام دہی کا کام جہانِ اصغر پر غلبہ کے سفر سے شروع ہوتا ہے۔ ذاتِ انسانی کے اندر نفس و شیطان کی کارفرمائی اور ماحول کی معاونت سے رذائل اور شیطانی اقدار کا ایک پورا جہان آباد ہے۔ اس جہان کو ''جہادِ اکبر'' سے فتح کر کے مغلوب کرنا، تکبر، حرص، حبِ جاہ ومال، خیانت اور شہوت وغضب جیسی باغی اور مہلک قوتوں کی پامالی اور

روح، نفس، قلب اور عقل جیسے اساسی اداروں کو اللہ تعالیٰ کے قانون و دستور پر استوار کرنا قیامِ خلافت کا پہلا مرحلہ ہے، کیونکہ یہ باغی طاقتیں انسان کے اندر ''اقتداری نفسیات'' کی افزائش کرتی ہیں اور اسے آزاد اور بے لگام رکھنا چاہتی ہیں۔ اس نفسیات کے ہوتے ہوئے ''عبودیت'' کے تقاضے ہرگز پورے نہیں ہوسکتے اور عبودیت کا مزاج بنے بغیر احکام الٰہی کے امتثال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مغربی تہذیب کا حاصل یہی ہے کہ انسان ہر مقتدر اعلیٰ سے آزاد اور خود مختار اقتدار کا مالک ہو، اس کے اندر شیطانی اقتدار پوری قوت سے کارفرما ہو اور اس کی اقتداری نفسیات مضبوطی سے قائم ہوں۔ اسلام اسی نفسیات کے توڑنے کے لیے آیا ہے۔ کیونکہ ان نفسیات کے ہوتے ہوئے پانچ فٹ کے بدن پر احکام الٰہی کی تنفیذ ناممکن ہے، چہ جائیکہ عالم انسانی میں معروف کی ترویج اور منکر کے خاتمے کا کٹھن کام کیا جاسکے، لہٰذا معاشرہ میں دعوت اور اقامتِ دین کی محنت اور شیطانی تہذیب کی تحدیات کا مقابلہ اسی پر موقوف ہے کہ ''جہانِ اصغر'' کی بہیمی قوتوں کو مغلوب کر دیا جائے اور ان کا اقتدار چھین کر روحانی اقدار کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اپنے اعضاء و جوارح پر احکام کے نفاذ کا مرحلہ سر ہو تو خارجی ماحول کی مقاومت آسان اور اس کی تحدیات سے عہدہ برآء ہونا ممکن ہو جاتا ہے، لہٰذا جدید فاضل کی اولین ذمہ داری اپنی ذات پر ''خلافت صغریٰ'' کا قیام ہے۔ اس کے بغیر عہدِ جدید کے طوفانوں اور تباہ کن اثرات سے بچاؤ ایک خواب تو ہوسکتا ہے حقیقت نہیں۔

اقامت دین کے لیے ہماری کاوشیں بر نہ آنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ معاشرے میں اجتماعی نوعیت کے کاموں میں تن دہی ہمارا نصب العین بن جاتا ہے جب کہ علم وعمل کی مطابقت کا معرکہ تشنہ تکمیل رہتا ہے۔ یوں ان کاوشوں سے ''خیر'' اور ''حق'' کا بھرپور پرچار نہیں ہو پاتا، بلکہ ان سے تخریب وتفرقہ کی افزونی ہوتی ہے اور ہم اس ''غرور'' کا شکار رہ جاتے ہیں کہ خیر اور حق ہمارے ہی اندر دائر ہے۔

علم وعمل میں عدم مطابقت سے فاضل کی زندگی سینکڑوں مسائل ومشکلات کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ ہر وقت ذہنی دباؤ، مزاج میں عدم توازن، گفتگو میں بے احتیاطی، معمولی باتوں پر اشتعال، مداہنت وخوف کی نفسیات، احساسِ کمتری واحساسِ برتری کی کیفیات، عزیز واقارب اور اپنے متعلقین سے کشیدگی اور احساسات کی نزاکت جیسے مسائل کا اسے سامنا رہتا ہے اور یہ دشواریاں اس کی زندگی کا ظاہر و روحانی سکون چھین کر اسے تلخ بنا دیتی ہیں۔

(۲) فاضل کے پیشِ نظر یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ مدارس سے حاصل شدہ معلومات اور استعداد پر قناعت اپنے ساتھ بڑا دھوکہ ہے۔ ہمارا نصاب ''عالم'' نہیں بناتا، بلکہ علم کی ''راہ'' کھولتا ہے۔ اس کو پڑھ کر اپنے تئیں عالم باور کرانا

''جہل'' ہے۔نصاب میں جن علوم وفنون کو پڑھا ہے ان کے مزید مطالعہ کا معمول اور جن کے پڑھنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے ان کا بلاتاخیر حصول اولین اہداف میں سے ہونا چاہیے۔ایک فاضل کو قرآن وحدیث،فقہ واصول فقہ، بلاغت وادب، منطق وفلسفہ اور ضروری جدید فنون سے نہ صرف مناسبت ہونی چاہیے بلکہ اپنی استعداد اس درجہ بڑھانی چاہیے کہ ان علوم و فنون پر جدید وقدیم ذخیرہ سے استفادہ ممکن بنا سکے۔عصری اسالیب بیان سے واقفیت حاصل کر سکے اور ان علوم وفنون پر اٹھنے والے جدید اشکالات ومباحث کی درست فہیم اور حل پیش کر سکے۔

(۳) جدید فاضل کے لیے بہترین علمی صلاحیت کی افزائش کے ساتھ اپنے اندر ''داعیانہ نفسیات'' کی تشکیل بھی از حد ضروری ہے۔داعی میں جس لگن،محنت،تڑپ اور فکر کا پایا جانا ضروری ہے، عموماً ہم اس سے محروم رہتے ہیں۔ہمارا مزاج یہ ہے کہ ہم اپنے مخاطب کو بہت جلد ''مخالف'' ڈیکلیئر کر کے مخاصمانہ روش پر اتر آتے ہیں، جب کہ داعی اسے ''مخاطب'' ہی سمجھتا ہے۔اس جوہری فرق کی وجہ سے ہم اپنے مخاطب کو زیادہ سے زیادہ قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے ''دلیل'' کو سب سے بڑا ہتھیار تصور کرتے ہیں، جب کہ داعی مخاطب کو قائل کرنے کی بجائے ''مائل'' بلکہ ''گھائل'' کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور اس کے لیے دلیل سے بڑھ کر عمل، محبت اور دعا کو کام میں لاتا ہے۔مغربی تہذیب نے نسل نو کی ذہنی ساخت وپرداخت جن واہی تباہی افکار پر تشکیل دی ہے، انھیں اس بھنور سے نجات کے لیے داعیانہ سوز وساز کی ضرورت ہے۔اس کی استعداد کسی طبقے میں اس قوت سے پائی جانا ممکن نہیں، جتنی حاملانِ قرآن وحدیث سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔جدید فاضل کے لیے اس سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف سے اعتناء ضروری ہے۔

دعوتِ دین کے لیے جدید ذرائع خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کا استعمال بھی آج کے جدید فضلاء پر بھوت کی طرح سوار ہے اور اسے مصالح اور ضرورت کی خاطر گوارا کیا جارہا ہے۔یاد رکھیں! مصالح کی حد درجہ رعایت تساہل وبے باکی کو جنم دیتی ہے۔حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مصالح'' پیسنے کی چیزیں ہیں، ان کو پیس کر ہی دین میں مزا آتا ہے۔مصالح کے نام پر الیکٹرانک میڈیا کو گوارا کرنا بدترین تساہل ہے۔میڈیا اپنے اقدار کے اعتبار سے ایک خالص شیطانی آلہ ہے۔اس کی بالکلیہ تطہیر ناممکن ہے۔ایسے آلودہ آلات سے تبلیغ دین کا مبارک مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔تاریخ گواہ ہے کہ مجددین کی دعوت کا ثمرہ منصوص طرقِ دعوت کو اختیار کرنے سے سامنے آیا ہے۔جن فقراء کے ہاتھوں پر لاکھوں لوگ اسلام لائے ہیں اور کفریہ معاشروں کی کایا پلٹی ہے وہ منصوص طرق سے سرمو نہیں ہٹے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دعوتِ دین کے کام میں ذرائع کی حیثیت ثانوی ہے، اصل داعی کا اخلاص، للّٰہیت، سوز وساز اور تڑپ ہے۔تبلیغ دین کا جو ذریعہ اسلامی اقدار سے متصادم ہو اس کی ہمہ گیریت کے باوجود اس سے ''خیر'' کا

پھیلاؤ ممکن نہیں۔ جدید فاضل کو انبیاء کرام علیہم السلام ومجددین کی تاریخ سامنے رکھ کر دعوتِ دین کی حکمت عملی مستنبط کرنی چاہیے۔ گو کہ اس کا دائرہ محدود ہو لیکن اس کے اثرات ضرور ہمہ گیر ہوں گے۔

مشاہدہ یہی ہے کہ الیکٹرانک میڈیا پر دینی تبلیغ نے علماء کے وقار کو کم اور اباحت پسندی کے رجحانات میں اضافہ کیا ہے۔ علماء کی ایک بڑی تعداد اس کے باعث مادی سیلاب سے دوچار ہوئی ہے اور علمی وعملی تساہل کے نتیجے میں حقائق کی جگہ محض چرب زبانی اور لفظوں کے کھیل نے لے لی ہے۔

(۴) اس وقت علمی وعملی فتنوں کی بہتات ہے، جدید فاضل کے سامنے آئے دن نئے نئے افکار وخیالات آئیں گے۔ ان فتنوں سے بچاؤ کا واحد راستہ جمہور سلف کے فہم دین پر اعتماد ہے۔ نرا علم تعلّی اور دعویٰ کی جس نفسیات کو جنم دیتا ہے اس کو اعتدال پر لائے بغیر بھٹکنے کا خطرہ اور اپنے فہم کو حرف آخر سمجھنے کا جذبہ زوروں پر ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے متجددین ایسے فضلاء کی تاک میں رہتے ہیں جو تحقیق کے نام پر خودرائی کا شکار ہوسکیں اور سلف پر عدم اعتماد کی برملا جرأت کرسکیں۔ حالانکہ جو لوگ علم وتحقیق کے نام پر جمہور سلف سے جداگانہ راہ اختیار کیے بیٹھے ہیں، ان کی کوئی فکر نئی نہیں، بلکہ یہ بھی تاریخ کے ان آوارہ فکر افراد یا طبقات کی آراء کی جگالی کررہے ہیں، جنھیں امت کا اجتماعی ضمیر بہت پہلے رد کرچکا ہے، بس ان کے افکار کو نیا لبادہ پہنانے کی کاوش ضرور ان کی ہے۔

ایسے لوگوں کی مساعی کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ مشاہیر کے تفردات سے اپنے من پسند نتائج کشید کریں یا ماضی کے گمراہ طبقات کے افکار پر معاشرہ کی اجتماعی دینی ضروریات کی بنیاد رکھ کر ایک آزاد فکر پیش کرنے کی کوشش کریں۔ اسی سے انکار حدیث، اجتہاد کے نام پر تحریف وتاویل، انکار اجماع، تقلید سے فرار اور اکابر پر عدم اعتماد کی فضاء ہموار ہوئی ہے۔

محض عمل کی غلطی سے تباہی نہیں آتی، ہاں! جب عمل کی کوتاہی کو سہارا دینے کے لیے ''علم'' غلط ہوجائے تو تباہی کئی نسلوں تک متعدی ہوجاتی ہے۔ یہ جدت پسند علم کی غلطی کا شکار ہوکر نسل نو کی بربادی کا سامان مہیا کررہے ہیں۔

دین کے طے شدہ مسائل کا خودرائی کی بنیاد پر از سرنو جائزہ اور اس میں آزاد اور تساہل پسند افراد کی آراء کی اتباع عصر حاضر کا فیشن بن چکا ہے۔ علم ودانش کے افلاس کا یہ عالم ہے کہ ایسے افراد کو ''محقق'' سمجھا جاتا ہے اور جس کی فکری آوارگی کا دائرہ جتنا وسیع ہو اسے اتنی ہی مقبولیت اور شہرت سے نوازا جاتا ہے۔

ان متجددین میں ایک بھی ایسا نہیں جس نے امت کو درپیش تحدیات کا کوئی معقول حل پیش کیا ہو اور سیاسیات، معاشیات یا عمرانیات کے درپیش جدید مسائل پر کوئی کام کیا ہو۔ ہاں! قدیم ذخیرے کو مشکوک بنانے، طے شدہ مسائل و احکام میں تساہل وآزادی کی راہ کھولنے اور ان کی مغربی تہذیب کے آثار ومظاہر سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش ضرور کی

گئی ہے۔

(۵) ہمارے فاضل کو یہ بھی مسئلہ درپیش رہتا ہے کہ اس نے دینی خدمات کا اپنا ایک دائرہ مقرر کیا ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور دینی کام یا محنت کے لیے اس کی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات دیگر کاموں سے استخفافی رویہ برتا جاتا ہے، مثلاً: مدارس کے کثیر طلبہ ''تدریس'' ہی کو اصل کرنے کا کام سمجھتے ہیں اور اس مغالطہ کا شکار رہتے ہیں کہ اگر تدریس نہ ملی تو ان کی استعداد ضائع ہوگی اور یہ ''محرومی'' کی علامت ہوگی، حالانکہ مطالعہ کی وسعت اور استعداد کی بقاء و حفاظت کا تعلق ذاتی ذوق وشوق اور علمی ماحول کے قیام پر ہے۔ بہت سے مدرسین ایسے ہوتے ہیں جو سال ہا سال سے کسی کتاب کا درس دے رہے ہوتے ہیں لیکن انھیں اس فن کے اضافی مباحث کی مطلق خبر نہیں ہوتی، وہ اپنے آپ کو ایک اردو شرح تک محدود رکھتے ہیں اور مدرسہ میں مطالعاتی ماحول نہ ہونے کے باعث درسیات کے خول سے باہر نہیں نکل پاتے۔

تدریس بہترین علمی خدمت ہے، تاہم اس کا دائرہ انتہائی محدود ہے، اس کی نسبت امامت اور مسجد کو اپنی دینی سرگرمیوں کا مرکز بنانا زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے۔ اسی طرح عامۃ الناس کے لیے مفید دینی تعلیمی پروگرام، درس قرآن و حدیث، خطابت اور دعوت وتبلیغ کی محنت بھی فاضل کے پیش نظر رہنی چاہیے، ان میں سے کل وقتی کوئی کام میسر نہ ہو تو حلال روزگار کی کوشش کے ساتھ جز وقتی سرگرمی اختیار کی جائے اور اسے غنیمت سمجھا جائے۔ اس کے ساتھ کسی ماہر استاذ کی نگرانی میں اپنے مطالعہ کو مسلسل وسعت دی جائے۔

(۶) یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ معاشرہ میں مولوی کا مقام زوال پذیر ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں جو مستقل گفتگو کے متقاضی ہیں، تاہم ایک بڑا سبب ہمارے طبقہ میں دینی کاموں کی ترقی کی حرص میں معاشرہ سے ''طمع'' کا تعلق ہے۔ علم اور طمع کا باہم کوئی جوڑ نہیں اور اس جوڑ کو قائم کرنے کی کوشش ذلت وخواری پر منتج ہوتی ہے۔ مولوی کے اندر روز افزوں ''طمع کی نفسیات'' اس ذلت وخواری کا بڑا سبب ہے۔

دینی کاموں کا دائرہ اتنا ہی رکھنا چاہیے جس کے لیے اپنے منصب کے وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے وسائل مہیا کیے جا سکیں۔ بازاروں اور مسجدوں میں مدارس کی تعمیرات واخراجات کے لیے اعلانیہ ہاتھ پھیلانے والوں کے ذمے اس حد تک جانا ہرگز واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اس پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ ''منصب'' کی بے وقعتی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جدید فاضل کے لیے اس حوالے سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات وخطبات میں رہنمائی کا کافی سامان ہے، اسے حرز جان بنانا چاہیے۔

(۷) جدید فاضل کو اپنے مقام واحترام کے حصول کے لیے معاشرہ اور متعلقین سے توقعات رکھنا بھی زیب نہیں

دیتا۔ یہ جذبات ''امتیازی شان'' کی نفسیات پیدا کرتے ہیں۔اس نفسیات کے حامل ہمہ وقت اس خوف کا شکار رہتے ہیں کہ کہیں ان کی ''مقبولیت'' کم یا متاثر نہ ہو،ان کی کاوشوں کا محور اپنے اسی خول کی حفاظت رہتی ہے اور وہ کوئی کارنامہ انجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔ایسے لوگ اپنے اور معاشرہ کے درمیان خلیجوں کو جنم دیتے ہیں اور اپنے مخصوص ماحول اور طبقہ سے بالاتر ہوکر سوچنے کے اہل نہیں رہتے۔

معاشرہ میں اکابر علماء کے احترام ومقام کی پشت پر طویل مجاہدات ہوتے ہیں۔ان کی حالیہ زندگی دیکھ کر ان کی نقالی شروع کردینا کم ظرفی کی علامت ہے۔معاشرے میں ایجابی کام وہی لوگ کرسکتے ہیں جو مجاہدات کی بھٹی سے گزر کر اور شدائد ومشکلات برداشت کر کے آگے بڑھے ہوں۔آج اداروں اور تحریکات میں بغیر کسی مجاہدہ اور کردار کے ''صاحبزادگان'' کی گدی نشینی سے جو ہولناک نتائج سامنے آرہے ہیں، وہ کسی فہمیدہ شخصیت پر مخفی نہ ہوں گے۔بغیر کسی تدریجی وارتقائی سفر کے لیڈر اور مہتمم بننے والوں کو مخدومیت ومقبولیت کا منصب ملتا ہے تو وہ اسی خول میں بند ہوکر رہ جاتے ہیں،اس کا تحفظ اور بقاء ہی ان کا مقصد وحید ہوتا ہے۔یوں رفتہ رفتہ ادارے اور تحریکات اپنا مقام کھودیتے ہیں۔

جدید فاضل کو اپنے مقام واحترام کی کوئی توقع معاشرے سے وابستہ نہیں کرنی چاہیے اور نہ اس نیت سے کام کرنا چاہیے۔خلوص وللّٰہیت کے ساتھ جہد مسلسل کی خوڈالنی چاہیے۔ان شاءاللہ! محنت ومجاہدہ سے یہ سارے مراحل فطری طور سے طے ہوں گے اور دینی ودنیوی مقبولیت قدم چومے گی۔

(۸) خواہشات زندگی کے طول اور مغربی تہذیب کے تسلط کے نتیجے میں معیارِ زندگی کی جبری بلندی نے ہمارے طبقہ میں بھی اسراف وتبذیر اور عدم قناعت کا رجحان پیدا کردیا ہے، جس کے باعث ''معاش'' کا مسئلہ پیدا ہورہا ہے۔اس میں شک نہیں کہ ہمارے طبقہ کے مالی وسائل بہت محدود ہوتے ہیں،ضروریات کا دائرہ دستیاب مالی وسائل کے اندر رکھنا ہی قناعت ہے اور فاضل سے یہی مطلوب ہے۔ضروریات فقراء کی بھی پوری ہوجاتی ہیں اور خواہشات بادشاہوں کی بھی پوری نہیں ہوتیں۔

جدید فضلاء سے یہ چند بکھری باتیں اپنے نفس کو سامنے رکھ کر کی گئیں۔امید ہے یہ مذاکرہ خیر کا باعث بنے گا۔ اللہ رب العزت ہم سب سے اپنے دین متین کی مقبولیت خدمت لے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جولائی 2017ء)

صحنِ گلشن میں وہی شورِ فغاں ہے کہ جو تھا

پروفیسر خالد شبیر احمد

موجودہ ملکی حالات کا المیہ ایک تو یہ ہے کہ حالات انتہائی خطرناک تکلیف دہ، پریشان کن ہیں اور پھر اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کا احساس ارباب اختیار ہوں یا حزب اختلاف دونوں میں سے کسی کو نہیں اور درمیان میں ملک کی عدلیہ نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل، کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہوگی یا پھر حالات مزید خراب نہ ہونگے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود عدالت کے ارباب اختیار غصہ کی حالت میں ہوں تو پھر صورت احوال کی سنگینی کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا۔ اگر سوچا جائے تو یہ حالات ایک ایسا آئینہ بھی ہیں جس میں ہم بحیثیت قوم اپنی مکرہ شکل دیکھ سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو ایسی وجوہات تک بھی پہنچ سکتے ہیں جن کی بدولت ہم بین الاقوامی سطح پر ایسے بے توقیر ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس وقت دن رات ملک کے اندر رونما ہونے والے حالات وسانحات بطور آئینہ ہمارے سامنے ہیں لیکن ایسا نہیں کہ اس آئینے میں دیکھ کر ان ناخوش گوار، بلکہ دگرگوں حالات کی وجوہات تک پہنچنے کی کوشش اور غور کریں کہ ان مشکلات کی وجوہات کیا ہیں اور انھیں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ کیوں سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے گریبانوں تک پہنچ گئیں ہیں۔ کل کے ہیرو آج کے زیرِ نظر آ رہے ہیں۔ کیوں عدلیہ کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ اس پر سیاسی جماعتوں کو تحفظات ہیں۔ کیوں حزب اقتدار یا پھر حزب اختلاف کے چہرے اتنے گھناؤنے اتنے وحشی اور اتنے غضبناک ہو چکے ہیں کہ انھیں دیکھ کر ہی کسی اور نوعِ حیوانی کا احساس ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں ایسے لوگ ڈھٹائی اور ضد کی وجہ سے انسان نہیں رہتے کچھ اور ہو جاتے ہیں جب احساسات سے عاری ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے اردگرد کیا ہو رہا ہے یہ سوچنے کی انھیں ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ایسے لوگوں کے دل مردہ ذہن پتھر اور ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے ہیں ایسے میں اگر حالات کے آئینے میں یہ لوگ جھانک بھی لیں تو انھیں کچھ اثر نہیں ہوتا کہ ہمارے اردگرد ہماری وجہ سے کیا ہو رہا ہے۔

رکھا تھا گرچہ آئینہ پتھر کے سامنے — اس آئینے میں آیا نہ پتھر کو کچھ نظر
چہرہ نہیں ہے کوئی تو آئینے کس لیے — اس شہرِ سنگ وخشت پہ روتا ہے شیشہ گر

آئینہ تو حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔ لیکن جو کچھ وہ واضح کرتا ہے وہ ہم دیکھنا نہیں چاہتے۔ قوم کے رہبر ہمیشہ اپنی ایمانداری، سچائی، حب الوطنی اور عوام دوستی کی قسمیں کھاتے ہیں۔ مگر ان کے اعمال ان کے ایسے دعوؤں کے برعکس

ہیں۔کوئی فکر مند شخص اپنی قلم یا پھر اپنی زبان سے اصل صورت حالات اگر بیان کرے تو تو ان کی جبینیں سلوٹوں سے بھر جاتی ہیں اور انھیں شکوہ ہوتا ہے ان افراد سے جو ان حضرات کو ان کے اصل چہرے سے متعارف کراتے ہیں۔حالانکہ آئینے تو اصل حالات ہی بیان کر رہے ہوتے ہیں۔

کہتا تھا آئینہ وہی جو دیکھتا رہا مجھ پر مرے ہی عیب و ہنر کھولتا رہا

آپ دیکھ لیجئے جو کچھ اس وقت ہمارے ملک میں ہو رہا ہے وہ کیا ہے نشہ اقتدار، ہوس کی فضا، ضد، انتقام، نفرت، جھوٹ، بے شرمی، نظم وضبط کا فقدان، قتل وغارت کا طوفان، فہم وتدبر کا فقدان، یہ سوچ ہی سرے سے غائب ہے کہ کہاں سے چلے منزل کیا تھی کہاں جا رہے ہیں۔

گھر سے نکلے تھے ستاروں پر کمندیں ڈالنے خاک کے ذروں پہ حوصلے رکتے رہے
گلستاں میں ہر روش پر غیرتوں کا خون ہے ہر کلی کے زخم میں ہم بے کلی بھرتے رہے
بے کسی کی دھند میں کیسے گھرے ہیں راہ میں اپنی قسمت پر فقط ہم ہاتھ ہی ملتے رہے
میں کہ اپنی ذات کی رعنائیوں میں گم تھا پاس میرے رفعتوں کے قافلے لٹتے رہے
رسمِ شبیری نبھاتے کس طرح کیونکر وہ لوگ چاہتیں بُنتے رہے جو وسوسے چُنتے رہے

یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری قوم اپنے ہی ملک کے خلاف بغاوت پر اتر آئی ہے جس کی وجہ صرف ایک ہے کہ جب انسان کے منہ سے روٹی کا لقمہ چھین لیا جائے اور اسے تمام ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیا جائے تو پھر انسان بغاوت پر اتر آتا ہے اور اس کے ذمہ دار صرف اگلے پچھلے اور موجودہ حکمران ہی ہوتے ہیں۔مشہور مفکر ارسطو سے کسی نے پوچھا تھا کہ انسان بغاوت کیوں کرتا ہے تو اس نے جواب میں یہی کہا تھا کہ: انسان بغاوت اس وقت کرتا ہے جب اسے انصاف سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مظلوم بھی آخر کوئی پتھر نہیں ہوتا انصاف نہ ملنے کا ہے انجام بغاوت

آپ ایک نظر غلامی کے دور پر ڈالیے اور دیکھئے ہر طبقہ میں کیسے کیسے عظیم لوگ پیدا ہوئے اور ان لوگوں کی خدمات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انگریز جیسا زیرک، عیار اور پروفیشنل حکمران ان لوگوں کی پرعزم مزاحمت کی وجہ سے ایک سو سال اس ملک کو اپنے قبضے میں نہ رکھ سکا اور اسے اپنے اقتدار کا قالین یہاں سے لپیٹ کر یہاں سے رخصت ہونا پڑا۔قیامِ پاکستان کو آج ستر برس گزر گئے۔وہی صورت حال ہے جو پہلے تھی ملک اور قوم کو ایسی قیادت نصیب نہ ہو سکی جو مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ایامِ اقتدار بدقسمتی سے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جن کی بدیانتی، مفاد

پرستی، خود غرضی اور بے راہروی اظہر من الشمّس ہے اور وہ نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ حکمرانی کا ہر عہد ایسا ہی تھا جیسا آج ہے۔ وہی زور آزمائی، وہی خواہش اقتدار، وہی ایک دوسرے پر الزامات کی بارش، وہی معیار عدالت جو کہ آج ہے کل بھی تھا۔ وہی سیاسی رقابت وہ تخریبی نعرے جو کل تھے وہی آج بھی ہیں۔ وہی روٹی کپڑے کی تنگی جو کل تھی آج بھی ہے۔ بس صرف چہرے بدلتے رہے ہیں۔ مگر کام وہی ہے جو کہ کل بھی تھا۔

ولولے سرد ہوئے جاتے ہیں یاں برف مثال — موسم گل پہ وہی رنگ خزاں ہے کہ جو تھا
پاؤں میں میرے وہی جبر کی زنجیر قدیم — ظلم ہر سمت یہاں رقص کناں ہے کہ جو تھا
کعبہ جاں میں سجا رکھے ہیں لات و منات — نام اللہ کا فقط وردِ زباں ہے کہ جو تھا
عادتِ حرص و ہوس آج بھی جواں ہے کہ جو تھی — قصۂ فقر فقط زیبِ بیاں ہے کہ جو تھا
غنچہ و گل خاک پہ سر نالہ بلب ہے بلبل — صحنِ گلشن میں وہی شورِ فغاں ہے کہ جو تھا

شوال کے چھے روزے

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَ نْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهْرِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال میں چھے نفل روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ (صحیح مسلم)

تشریح: رمضان کا مہینہ اگر ۲۹ ہی دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ۳۰/ روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے ۶/ نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد ۳۶/ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون ''الحسنۃ بعشر امثالھا'' (ایک نیکی کا ثواب دس گناہ) کے مطابق ۳۶/ کا دس گناہ ۳۶۰ ہو جاتا ہے اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہی ہوتے ہیں۔ پس جس نے پورے مضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں ۶ نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے ۳۶۰ روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا پس اجر و ثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶ دن برابر روزے رکھے۔

(معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانی)

یومِ عید

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

ہجرت کے دوسرے سال بدر کی شاندار فتح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو اس سے کوئی آٹھ دن بعد عید الفطر آئی۔ رمضان کے روزے اسی سال شعبان میں فرض ہوئے تھے یہ مسلمانوں کے لیے خاص مسرت کا موقع تھا۔ کئی باتیں تھیں جن کی خوشیاں اکٹھی ہوگئی تھیں اور پھر مسلمانوں کی یہ پہلی عید تھی، اس سے پہلے مسلمانوں کے پاس اجتماعی خوشی کے اظہار کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا اہتمام فرمایا اور اس دن اپنا بہترین لباس زیب تن فرمایا۔ محدثین اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے اور جو اچھا لباس موجود ہوتا پہنتے تھے۔ عید کے دن خود اچھا لباس پہننا اپنے متعلقین کو اچھا لباس پہنانا مستحب ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جناب رسالت مآب عید الفطر کے دن کچھ کھا کر عید گاہ جاتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کھا کر عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے کھجوریں ہمیشہ طاق عدد میں یعنی تین یا پانچ یا سات کھاتے۔ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عید کی نماز کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تشریف لے جاتے جس راستے سے تشریف لے جاتے اس سے واپس نہ ہوتے دوسرا راستہ اختیار فرماتے۔ اس کا ایک مقصد تو یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی چہل پہل کا نظارہ زیادہ سے زیادہ کافروں کے سامنے آئے تا کہ ان پر مؤمنین کی اجتماعی شان اور قوت کا اثر پڑ سکے، دوسرے یہ کہ اس طرح راستہ بدلنے سے دونوں راستوں کے مکینوں کو سلام کرنے موقع نکل آتا۔

بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نماز عید کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کی طرف تشریف لے جاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جس میدان میں عید کی نماز پڑھی جاتی وہ جنت البقیع کے قریب ہی تھی۔ ادالمعاد میں ہے عید گاہ مدینے کے مشرقی سرے پر تھی حکم ہے عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھو محلے کی مسجد میں نہیں کمزوروں اور ضعیفوں کو اپنی محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عید کے لیے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو ایک جلوس کی شکل سی بن جاتی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے ہوتے۔ ان کے ہاتھوں میں وہ نیزہ ہوتا جو شاہ حبشہ اصحمہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔

رمضان کے روزوں کے بعد ہر مرد وعورت اور بچے بڑے پہ فطرہ واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو صدقہ فطر کو فرض قرار دیتے ہیں۔ بیوی بچوں کے فطرے کی ادائی سرپرست یا وئی خاندان کے ذمے ہے اگر بیوی بچے کماتے ہیں تو پھر یہ ان کا اپنا ذمہ ہے، اگر عید کے روز فطرہ ادا نہ کر سکیں تو اس کے بعد جب موقع ملے فطرہ ادا کرنا چاہیے۔ دینے میں اگر دیر ہو جائے تو اس سے فطرہ ساقط نہیں ہو جاتا کیونکہ یہ واجب ہے۔ کئی آدمیوں کا فطرہ ایک شخص کو اور ایک فطرہ ایک سے زیادہ آدمیوں کو بھی دیا

جا سکتا ہے۔ صدقۂ فطر کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے یا غلہ بھی دیا جا سکتا ہے، قحط کے زمانے میں غلہ دینا بہتر ہے۔ غلے میں عام طور پر سوا دو سیر گیہوں فی کس دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس سے زائد دے تو اس کی طرف سے صدقہ ہو جائے گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لیے عید گاہ میں داخل ہوتے تو اسے اس مقام پر گاڑ دیتے جہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عید کی امامت فرمانے والے ہوتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عید کے موقع پر پہلے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے پھر خطبہ دیتے۔ ابن عمر اور ابن جریج رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تکبیر کہتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید گاہ آتے جاتے تو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کا ورد کرتے رہتے۔ عید الفطر میں اگر آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے بھی جائیں تو مضائقہ نہیں، لیکن عید الاضحیٰ میں تکبیر زور سے کہنی چاہیے۔ جس طرح جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے اسی طرح عید کے خطبے کے وقت بھی سلام وکلام کی اجازت نہیں ہے۔

عورتیں اگر عید گاہ میں جائیں تو نمازِ عید میں شریک ہو سکتی ہیں۔ رسولِ خدا کے زمانے میں صحابیات عید گاہ جاتی تھیں۔ ویسے اکیلے میں عورتیں گھر پر نمازِ عید نہیں پڑھ سکتیں۔

عید کی نماز سے پہلے عید کی نماز کے بعد کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں گھر لوٹ کر کوئی اور نماز پڑھی جا سکتی ہے لیکن عید کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے گھر پر بھی کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ ہاں کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھ سکتا ہے۔

اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے پہلے دن نماز عید نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ عید الاضحیٰ کے لیے بارھویں تاریخ تک وقت ہے۔ عذر کئی طرح کے ہو سکتے ہیں جیسے بارش کی شدت، امام کا نہ ملنا، تاریخ کے بارے میں شک۔ ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز عید ادا فرمائی تھی۔

کتنے لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ عید میں سویاں نہ پکیں تو عید ہی نہیں ہوتی۔ یہ غلط بات ہے، ایسا کوئی شرعی حکم نہیں۔ یہ جو بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ عید الفطر کے موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سویاں پکائی تھیں محض گھڑی ہوئی بات ہے، تاریخ سے اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

عید کے موقع پر عیدی دینا بھی ایک رسم ہے جو ہم نے اپنے اوپر مسلط کر لی ہے بالخصوص شادی کے بعد پہلی عید پر سلامی دینا تو بعض خاندانوں میں فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب چاؤ چوچلے کی باتیں ہیں۔ شرع سے ثابت نہیں اگر کسی کو اللہ نے دیا ہے تو وہ جی کھول کے دے لیکن صرف ناک اونچی رکھنے کی خاطر جو ایسا کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو عیدی انھیں دینا چاہیے جو امداد کے مستحق ہوں۔

(مطبوعہ: روشنی)

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام

مولانا حبیب الرحمٰن کیرانوی

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ خدا سے بہت ڈرتے ہیں کہ مبادا خدا ان گناہوں پر عذاب دے جن کا انھوں نے اپنے نفس پر زیادتیاں کر کے یا دوسروں کی حق تلفیاں کر کے ارتکاب کیا ہے۔ اگرچہ اس حق تلفی کا تعلق ایک خلال کے تنکے یا ایک سینے کی سوئی سے ہو۔ بالخصوص اگر ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جس کی نظر میں اس کے اعمال صالحہ بہت کم ہوتے ہیں تو اس کو اور بھی زیادہ خوف اور بے چینی ہوتی ہے کیونکہ (اس کی نظر میں) اس کے پاس نیکیاں بھی نہیں ہوتیں۔ جن کو قیامت میں مدعیوں کو دے دے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک مظلوم قیامت کے روز حرص کرے اور مال کی یا آبرو کی ایک حق تلفی یا ایک تھپڑ کے بدلے میں ظالم کے تمام اعمال صالحہ لے کر بھی رضا مند نہ ہو (پس ایسی حالت میں تو جتنی بھی نیکیاں ہوں کم ہیں اور ہر شخص کے لیے خوف لازم ہے۔ خواہ اس کے پاس تھوڑی نیکیاں ہوں یا زیادہ)

★ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جانتے ہو کہ قیامت کے دن میری امت میں مفلس کون ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو مفلس اسے جانتے ہیں جس کے پاس نہ روپیہ ہو اور نہ اشرفی اور نہ ساز وسامان۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج لے کر آئے گا۔ اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا اور اس بنا پر کچھ نیکیاں اس کی ایک کو دے دی جاویں گی اور کچھ دوسرے کو پھر اگر اس کی نیکیاں ادائے حقوق سے پہلے ختم ہو جاویں گی تو مظلومین کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جاوے گا۔

★ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز اعلان فرماویں گے کہ میں بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ لہٰذا نہ کوئی دوزخی جس کے ذمہ کسی کا حق ہو۔ دوزخ میں جاسکتا ہے اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہوسکتا ہے تا وقتیکہ اس سے اس کا بدلہ نہ لے لیا جائے۔

★ وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک جوان نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور خدا کی عبادت کرنے لگا اور ستر برس تک اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو شب بیداری کرتا اور نہ کبھی سایہ میں آرام کرتا اور نہ کبھی مرغن کھانا کھاتا۔ پس جبکہ اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے کسی دوست نے اسے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ مجھ سے حساب لیا اور میرے تمام گناہوں کو معاف

فرمادیا۔ بجز ایک تنکے کے جس سے میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر خلال کرلیا تھااور اس کی وجہ سے میں اب تک جنت میں جانے سے رکا ہوا ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں مخفی کیا ہے۔ اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں اور اپنے غصہ کو اپنی نافرمانی میں اور اپنے دوستوں کو اپنے بندوں میں۔ الی آخرالحدیث پس بسا اوقات حق تعالیٰ کسی بندہ پر اپنی ناراضی کو ایسے گناہ میں مبتلا ہونے کے ساتھ وابستہ کردیتے ہیں۔ جو اس کی نظر میں بہت معمولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ دانتوں کے لیے خلال لے لینا۔ یا ہاتھ دھونے کے لیے پڑوسی کی مٹی بلا اجازت لے لینا جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم

★ حارث محاسبی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کسی پیمانے والے نے ناپنے سے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا۔ پس جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے کسی دوست نے اسے خواب میں دیکھا اور کہا کہ ارے فلانے خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو اس نے کہا کہ مختلف غلوں کے پندرہ پیمانے جو میں نے ناپے تھے ان کے متعلق مجھ سے بازپُرس ہوئی۔ اور فرمایا کہ بتلاؤ یہ کیا بات ہے اس نے کہا قصہ یہ ہے کہ میں اس کا خیال نہ رکھتا تھا۔ کہ پیمانے کو غبار سے صاف کرلوں۔ اس لیے اس کی تلی میں کچھ مٹی جم گئی اور اس کے سبب ہر پیمانے اس مٹی کی مقدار کم ہوگیا جو اس کی تہہ میں جم گئی گئی تھی (اس پر مواخذہ ہوا)۔

ایسا ہی واقعہ ایک اور شخص کو پیش آیا جو ترازو کو پونچھ کر غبار صاف نہ کرتا تھا اور قبر میں اس کو اس پر سزا دی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے قبر میں اس کی چیخیں سنیں۔ حتیٰ کہ بعض صلحاء نے اس کے لیے دعا کی اور ان کی دعاء مقبول ہوئی ہے۔''

★ قاضی شریح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خبردار رشوت نہ لینا کیوں کہ وہ دانا آدمی کو اندھا کردیتی ہے اور اسے انصاف و بے انصافی میں تمیز نہیں رہتی اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کی آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔

★ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ جب کسی حاکم یا اس کے مددگار کو کسی محتاج کو خیرات دیتے دیکھتے تو فرماتے اے وہ شخص جو مساکین کو بہ نیت ترحم صدقہ دیتا ہے تو اس پر رحم کر جس پر تو نے ظلم کیا ہے اور اس کا حق مغصوب واپس کردے۔ کیونکہ یہ فعل تجھے (صدقہ کی نسبت) زیادہ بری الذمہ کرنے والا ہے۔

میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی کی حق تلفی کرے اور اس حق تلفی سے عہدہ برآ نہ ہوسکے۔ تو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد اس کے لیے استغفار کیا کرے۔ اس سے وہ انشاء اللہ اس حق تلفی سے عہدہ برآء ہوجاوے گا۔

★ حذیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قرب قیامت کی نشانی ہے کہ حکام بدکار ہوں گے، علماء بے دین ہوں گے۔

★ میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی نماز میں اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اسے خبر نہیں ہوتی کہ میں

خود اپنے اوپر لعنت کر رہا ہوں۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پڑھتا ہے۔ **اَلا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰالِمِیْنَ** '' اور وہ خود ظالم ہوتا ہے خواہ اس لیے کہ اس نے گناہ کرکے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور خواہ اس لیے کہ اس نے دوسروں کے مال لے کر اور ان کی بے آبروئی کرکے ان پر ظلم کیا ہے۔''

★ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خبردار تم کسی کے وصی نہ ہونا کیوں کہ وصی (اس زمانہ میں) وصیت کا حق ادا کرنے سے قادر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ احتیاط میں مبالغہ کرے (کیونکہ آج کل کی احتیاط بوجہ غلبۂ بد دینی وحب دنیا کے کافی احتیاط نہیں)۔

★ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خائن کا خزانچی بھی خائن ہے اور عشر وصول کرنے والے کا خزانچی بھی عشر لینے والا ہے (پس جو حکم خائن اور عشار کا ہے، وہی ان کے خزانچیوں کا جیسا کہ چوروں کا تھانگی چور ہوتا ہے۔)

★ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ خبردار وصی نہ ہونا کیونکہ وصیت کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ اپنا مال تیرے ذریعےسے درست کرے اور تیرا دین بگاڑ دے۔ پس تجھے اپنے دین کی حفاظت کی اس کے مال کی حفاظت سے زیادہ حرص ہونی چاہیے۔

★ امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ فرماتے تھے کہ پہلی مرتبہ وصیت میں داخل ہونا تو غلطی (وناتجربہ کاری) ہے۔ اور دوسری دفعہ صاف خیانت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں (کیونکہ کہ اول مرتبہ کام کرکے اسے تجربہ ہو چکا ہے کہ میں اس کے حقوق ادا نہیں کرسکتا پھر باوجود اس کے جو وہ دوبارہ اس بار کو اپنے ذمہ لیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے چاٹ لگ گئی ہے)۔

★ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے روز کسی پر ظلم کر رہا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تجھے اس دن لوگوں پر ظلم کرنے سے ڈر نہیں لگتا جس روز قیامت آوے گی۔ اور جس روز تیرے باپ آدم پیدا کیے گئے۔ (مقصد یہ ہے کہ یہ دن معظم ہے۔ اس دن کی حرمت کا تو خیال کرنا چاہیے۔)

★ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم پر اس کی اعانت کرے یا اسے ایسی دلیل تعلیم کرے جس سے وہ ایک مسلمان آدمی کا حق باطل کردے تو وہ خدا کا غضب لے کر پھرتا ہے۔

★ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے بندہ کو کوئی تحفہ دے تو اس پر اس شخص کو مسلط کردیتا ہے جو اس پر ظلم کرے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی ظالم پر بد دعا کرے تو اس نے اپنا انتقام لے لیا ہے۔

★ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ پر کوئی ظلم کرلے اور میں اس کا بدلہ نہ لوں تو یہ مجھے پسند ہے۔

★ امیر المومنین علی (ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ حقیقت نہ کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کوئی کسی سے برائی کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اچھا کرتا ہے تو وہ بھی اپنے لیے کرتا اور جو برا کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی پر ہے (پس ثابت ہوا کہ جو کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے یا جو کوئی کسی سے برائی کرتا ہے وہ حقیقتاً اپنے ہی ساتھ کرتا ہے)۔

★ احمد ابن حرب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ نیکیوں کی کثرت کے سبب دنیا سے دولت مند جائیں گے۔ مگر قیامت میں لوگوں کے مطالبات کے سبب بالکل خالی ہاتھ ہو جاویں گے۔

★ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تمہارا خدا کے پاس ایسے ستر گناہ لے کر جانا جن کا تعلق تم سے اور خدا سے ہو یہ زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تم صرف ایک گناہ ایسا لے کر جاؤ کہ اس تعلق تم سے اور بندوں سے ہو (کیونکہ حق تعالیٰ اول تو غنی ہیں دوسرے رحیم ہیں اس لیے ان کے نزدیک ستر کیا ستر سو گناہ معاف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ برخلاف بندوں کے کہ وہ نیکیوں کے محتاج اور اپنے گناہوں سے سبکدوش ہونے کے متمنی ہیں اس لیے ان سے ایک گناہ کی معافی کی بھی امید نہیں۔ پس اے بھائی تو بزرگان سلف کے خوف کو دیکھ اور اس میں ان کا اتباع کر کیونکہ تو ہلاکت کے کنارہ پر کھڑا ہے اور خوف اس سے بچنے کا ذریعہ ہے پس جو شخص ڈرتا رہا وہ ہلاکت سے بچ گیا والحمد اللہ رب العالمین۔

(ماخوذ: احوال الصادقین، تصنیف: امام عبدالوہاب بن احمد شعرانی، متوفی: ۹۷۳ء)

found.

میری جنت میں داخل ہو جا

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

اللہ کے آخری نبی خاتم المعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ ایک اور وادی کی خواہش کرے گا اور اگر دو وادیاں سونے کی ہوں تو وہ تیسری وادی کی طلب میں ہلکان ہوگا اور فرمایا انسان کا پیٹ تو قبر کی مٹی ہی بھرے گی (او کما قال علیہ السلام) قرآن وحدیث میں جگہ جگہ اہل ضرورت پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ یہ بھی ہے کہ ”ہم کوئی بدلہ لینے کے لیے تمہیں نہیں کھلاتے نہ ہی ہم کسی شکریے کے طلبگار ہیں“۔ یہ بھی ہے کہ ”سقر (جہنم) میں ڈالے جانے والے بتائیں گے کہ ہم نہ نماز پڑھتے تھے نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔“ خالق کائنات نے انسان کا تعارف یوں کرایا ہے کہ ”انسان کو لالچی اور بخیل پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی یہ اس کی ایک پیدائشی خامی ہے۔ خاتم المعصومین علیہ السلام نے فرمایا ”مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے“۔ صرف اللہ سے مانگنا، کسبِ حلال کرنا، اپنی کمائی میں سے سائل اور محروم دونوں قسم کے مساکین کا حق ادا کرنا.............حکارم اخلاق ہیں۔ جب اپنی کسبِ حلال میں سے دونوں ہاتھوں سے خرچ کرے گا تو حرص اور بُخل کہاں رہے گا اور رشوت، غبن، غصب اور سود کے علاوہ بہنوں کو وراثت سے محروم کرنے جیسی برائیاں کہاں رہیں گی۔ ہاتھی بیچارہ تو گھاس کھا کر پیٹ بھر لیتا ہے لیکن قارون سے ڈھائی فیصد آخرت کے خزانے میں جمع کرانے کا کہا جائے۔ انفاق اور ایثار تو دور کی بات ہے فریضہ زکوٰۃ ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ نبوت پر الزام لگانا اسے آسان تر نظر آتا ہے۔ خزانوں کی چابیاں ایک گروپ اٹھاتا تھا مگر زکوٰۃ کی چھوٹی سی رقم اہل حقوق کو نہ دی نبوت پر الزام لگا دیا۔ یہی قارون کے پیروکار خاتم المعصومین علیہ السلام سے کہنے لگے کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم اغنیاء لوگوں سے بھیک مانگتا ہے؟ قارون اپنے خزانوں سمیت زمین کی گہرائیوں میں دھنسا دیا گیا اور اس عذاب میں یوم حشر تک اسے رہنا ہوگا۔ اس کی سائنسی توجیہہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی نے اپنے ملفوظات میں دی ہے۔ دوسری طرف خاتم المعصومین علیہ السلام کی تیئیس سالہ تربیت سے ایسے مثالی انسان سامنے آئے کہ نزع کی حالت میں بھی وہ ایثار سے باز نہ آئے، العطش کی آواز پر پیاسے رہ کر پانی آگے بڑھا دیا اور دوسرے نے تیسرے کی خاطر عروسِ شہادت کو گلے لگا لیا، پانی تیسرے تک پہنچا تو تیسرا بھی پہلے دونوں کی طرح جنت نشیں ہو چکا تھا۔ یہ زندگی تو دو دن کی ہے۔ اگر ہمیشہ کی عیش والی زندگی چاہتا ہے تو اے انسان ڈاکٹر کی بات مان لے ایک روٹی خود کھا لے دوسری پڑوسی ضرورت مند کی طرف بڑھا دے۔ ہلکا پھلکا رہ کر آسان زندگی گزارے گا اور پھر آواز آ رہی ہوگی۔ اے نفس مطمئن! اپنے رب کی طرف رجوع کر، میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

☆......☆......☆

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ　　　(قسط:۱۵)

حافظ عبید اللہ

حدیث نمبر 13:

’’(امام مسلم فرماتے ہیں) بیان کیا ہم سے **عُبید اللّٰہ بن مُعاذ العنبری** نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہمارے والد (**مُعاذ بن مُعاذ بن نصر العنبری**) نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا **شعبة (بن الحجاج)** نے، اُن سے **نُعمان بن سالم** نے، وہ کہتے ہیں میں نے **یعقوب بن عاصم بن عُروة بن مسعود الثقفی** کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے **حضرت عبداللّٰہ بن عمرو**ؓ سے سنا..... آپ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا...... (آگے دجّال کے خروج کا ذکر ہے، اسی ضمن میں فرمایا)...... **فَیَبعَثُ اللّٰہُ عِیسیٰ بنَ مریمَ کأنہ عُروة بن مسعود فَیطلُبہ فَیُھلِکہ ...... الی آخر الحدیث** ۔‘‘ پھر اللہ مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجیں گے ان کا حلیہ (صحابی) عروہ بن مسعود جیسا ہوگا، پس وہ دجال کو ڈھونڈھ کر اسے ہلاک کر دیں گے۔

(**صحیح مسلم**، باب فی خروج الدجّال ومکثہ فی الأرض ونزول عیسیٰ)

راویوں کا تعارف:

عُبید اللّٰہ بن مُعاذ بن مُعاذ بن نصر العنبري البصري (ابو عمرو)

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ’’**الحافظ الأوحد، الثقة**‘‘ یکتائے زمانہ (حدیث کے) حافظ اور ثقہ۔ ایک دوسری جگہ انہیں ’’**الحافظ الحُجّة**‘‘ لکھا ہے۔ امام بخاری و امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت لی ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ: ’’انہیں دس ہزار کے قریب احادیث زبانی یاد تھیں، اور وہ فصیح آدمی تھے‘‘۔ امام ابوحاتم رازی نے انہیں ’’ثقہ‘‘ کہا ہے۔ ابن حِبان نے بھی انہیں ’’ثقہ‘‘ بتایا ہے۔ ابن قانع نے بھی ان کی ’’توثیق‘‘ کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی انہیں ’’ثقہ اور حافظ‘‘ لکھا ہے۔ امام بخاری کے مطابق ان کی وفات سنہ 237 ہجری میں ہوئی۔

(التاریخ الکبیر للبخاري، ج 5 ص 401 /الجرح والتعدیل، ج 5 ص 335 /تھذیب الکمال، ج 19 ص 158 /تاریخ الاسلام، ج 5 ص 881 /تھذیب التھذیب، ج 7 ص 48 /ثقات ابن حِبان، ج 8 ص 406/الکاشف، ج 1 ص 686 / تقریب التھذیب، ص 374 /سیر اعلام النبلاء، ج 11 ص 384 وغیرھا من الکتب)

ایک وضاحت: حافظ ابن حجر نے ابن الجنید کے حوالے سے یحیٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ’’بن

سمينة وشباب وعبيد اللّٰه بن مُعاذ ليسوا من اصحاب حديث وليسوا بشيء‘‘ کہ ’’بن سمينة‘‘ اور ’’شباب‘‘ اور ’’عبيد اللّٰه بن معاذ‘‘ اصحاب حدیث میں سے نہیں ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں۔ تمنا عمادی صاحب نے بھی اُن ائمہ کے اقوال تو ذکر نہیں کیے جنہوں نے ’’عبیداللہ بن معاذ‘‘ کی توثیق کی ہے لیکن یحییٰ بن معین کی طرف منسوب اس قول کا ذکر کیا ہے اور پھر اس پر یوں حاشیہ آرائی فرمائی ہے کہ: ’’جو خود کچھ بھی نہیں اس کی حدیث بھی کچھ بھی نہیں‘‘ (انتظارِ مہدی و مسیح، ص 213)۔

عرض ہے کہ یحییٰ بن معین جب کسی کے بارے میں ’’ليس بشيء‘‘ کہیں تو اس کا ہر حال میں یہی مطلب نہیں ہوتا کہ وہ راوی ضعیف اور نا قابل قبول ہے، بلکہ کبھی ان کی مراد یہ بھی ہوتی ہے کہ اس راوی سے بہت زیادہ احادیث مروی نہیں ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے:

’’وذكر ابن القطان الفاسي أن مراد ا بن معين بقوله في بعض الروايات ليس بشيء يعني أن احاديثه قليلة جداً‘‘ ابن القطان نے ذکر کیا ہے کہ بعض روایات کے ضمن میں یحییٰ بن معین کا (کسی راوی کے بارے میں) یہ کہنا کہ ’’یہ کچھ نہیں‘‘ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس راوی کی احادیث کی تعداد بہت قلیل ہے۔

(هدي الساري مقدمة فتح الباري، ج1 ص421)

اس کی مزید وضاحت حافظ ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوي المنذري (متوفی 656ھ) نے یوں فرمائی ہے:

’’وأما قولهم فلان ليس بشيء، ويقولون مرة حديثه ليس بشيء، فهذا يُنظر فيه: فأن كان الذي قيل فيه هذا، قد وَثّقه غير هذا القائل، واحتجّ به، فيحتمل أن يكون قوله محمولاً على أنه ليس حديثه بشيء يُحتج به، بل يكون حديثه عنده يُكتب للاعتبار وللاستشهاد وغير ذلك. وإن كان الذي قيل فيه ذلك مشهوراً بالضعف ولم يُوجد من الائمة من يحسن أمره، فيكون محمولاً على أن حديثه ليس بشيء يُحتجّ به ولا يُعتبر به ولا يستشهد به ويلتحق هذا بالمتروك‘‘ جب کوئی (ائمہ جرح وتعدیل میں سے) یہ کہے کہ ’’فلاں کچھ نہیں‘‘ یا ’’فلاں کی حدیث کچھ نہیں‘‘، تو یہاں غور کرنا ہوگا۔ اگر یہ بات کہنے والے کے علاوہ دوسرے ائمہ نے اس راوی کی توثیق کی ہے اور اسے حجت تسلیم کیا ہے تو اس صورت میں ’’کچھ نہیں‘‘ کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بات کہنے والے امام کے نزدیک اس راوی کی حدیث بطور شاہد ومتابع کے تو لکھی جا سکتی ہے لیکن حجت نہیں بن سکتی (یعنی یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ راوی ضعیف یا نا قابل اعتبار ہے۔ ناقل)۔ اور اگر وہ راوی جس کے بارے میں کسی امام نے یہ بات کہی ہے ایسا ہے کہ اس کا ضعیف ہونا مشہور ہے اور ائمہ میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر اچھائی کے [redacted]

اور ''عبیـد اللّٰـه بن معاذ العنبري'' کی تحسین وتوثیق یحییٰ بن معین کے علاوہ دوسرے ائمہ سے ثابت ہے، نیز ائمہ نے انہیں حجت بھی تسلیم کیا ہے، یوں ان کے بارے میں ابن معین کا یہ کہنا کہ ''وہ اصحاب حدیث میں سے نہیں اور وہ کچھ نہیں'' کا یہی مطلب ہے کہ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی نہیں یا ابن معین کے نزدیک ان کی حدیث بطور متابع وشاہد کے تو لکھی جاسکتی ہے بطور حجت نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جرح ''مفسر'' نہیں۔

مُعاذ بن مُعاذ بن نصر العنبري

یہ ''عبیداللہ بن معاذ'' کے والد ہیں، یہ بصرہ کے قاضی تھے، امام ذہبی نے انہیں ''الامـام الحافظ'' کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ: ''معاذ قرة عين في الحديث'' معاذ حدیث میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ''اليـه المنتهىٰ في التثبت في البصرة، ما رأيتُ أحداً أعقل منه'' بصرہ میں حدیث کی پختگی ان پر ختم ہے، میں نے ان سے زیادہ عقل والا نہیں دیکھا۔ ابوحاتم اور یحییٰ بن معین نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ امام نسائی نے انہیں ''ثقہ اور ثبت'' کہا۔ یحییٰ القطّان نے کہا کہ ''معاذ بن معاذ سے زیادہ حدیث میں پختگی رکھنے والا نہ بصرہ میں ہے نہ کوفہ میں اور نہ ہی حجاز میں''۔ ابن سعد نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ان کے بیٹے عبیداللہ بن معاذ کے مطابق آپ کی وفات سنہ 196ھ میں ہوئی۔

(التاريخ الكبير للبخاري، ج 7 ص 365 /الجرح والتعديل، ج 8 ص 248 /تاريخ الاسلام، ج 4 ص 1209 /سير اعلام النبلاء، ج 9 ص 54 /تهذيب التهذيب، ج10 ص 194 /ثقات ابن حبان، ج7 ص 482).

شُعبة بن الحجّاج بن الورد الواسطي (ابو بسطام)

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''الامـام الـحـافـظ ، أميـر الـمؤمنين في الحديث'' امام، حافظ، اور حدیث میں مؤمنین کے سردار۔ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''شعبہ کے زمانے میں علمِ حدیث میں اُن سے اچھا تو کیا اُن جیسا بھی کوئی نہ تھا''۔ نیز امام احمد نے فرمایا: ''علم رجال میں تو شعبہ اکیلے ایک امت تھے''۔ حماد بن زید نے انہیں ''حدیث کا شہسوار'' کہا۔ ابوالولید الطیالسی کہتے ہیں کہ مجھ سے حماد بن سلمة نے کہا: ''اگر حدیث حاصل کرنا چاہتے ہو تو شعبہ کو لازم پکڑ لو''۔ سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ ''شعبہ حدیث میں مومنوں کے سردار ہیں''۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ''اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کو کوئی نہ جانتا''۔ یزید بن زریع کہتے ہیں ''شعبہ حدیث میں نہایت سچے لوگوں میں سے تھے''۔ یحییٰ القطّان کہتے ہیں کہ ''میں نے حدیث میں شعبہ سے اچھا کوئی نہیں دیکھا''۔ امام ابوداوَد کہتے ہیں کہ جب شعبہ کا انتقال ہوا تو سفیان بن عیینہ نے کہا: ''مات الحدیث'' گویا کہ آج حدیث کی موت ہوگئی۔ ابن سعد نے انہیں ''ثقہ'' کہا۔ عجلی نے کہا کہ ''وہ حدیث میں ثقہ اور ثبت تھے، البتہ اسماء الرجال میں کبھی غلطی کر جاتے تھے''۔ ابن حِبان نے بھی انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام حاکم نے انہیں ''اماموں کے امام'' کہا۔ انہوں نے سنہ 160 ہجری میں وفات پائی۔

(التاريخ الكبير للبخاري، ج 4 ص 244 /الجرح والتعديل، ج 4 ص 369 /تهذيب الكمال، ج 12 ص 479 /سير اعلام النبلاء، ج 7 ص 202 /تهذيب التهذيب، ج 4 ص 338 /ثقات ابن حِبان، ج 6 ص 446 /معرفة الثقات للعجلي، ج 2 ص 456 /الكاشف، ج 1 ص 485).

نعمان بن سالم الطائفي

اسحاق بن منصور نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نعمان بن سالم کو ''ثقہ'' کہا۔ابوحاتم رازی نے انہیں ''**ثقة صالح الحديث**'' (ثقہ اور اچھی حدیث والے) کہا۔امام نسائی نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا۔ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔

(التاريخ الكبير للبخاري، ج 8 ص 77 /الجرح والتعديل، ج 8 ص 445 /تاريخ الاسلام، ج 3 ص 331 /تهذيب الكمال، ج 29 ص 448 /تهذيب التهذيب، ج 10 ص 453 /ثقات ابن حِبان، ج 7 ص 531).

تمنائی دھوکہ

تمنا عمادی صاحب نے نعمان بن سالم کے بارے میں اپنی وہی پرانی مشہور زمانہ منطق دہرائی ہے کہ:

''یہ بالکل مجہول ہیں، نہ ان کا سال ولادت معلوم اور نہ سال وفات، نہ نسب معلوم، نہ یہ معلوم کہ کس قبیلے سے تھے......پھر جرح وتعدیل کے قابل بھی کسی نے ان کو نہ سمجھا''

(انتظارِ مہدی ومسیح ،ص 213)

افسوس عمادی صاحب نے یہاں بھی غلط بیانی سے کام لیا کہ ''کسی نے انہیں جرح وتعدیل کے قابل نہیں سمجھا''۔ جہاں تک ان کی ''تعدیل'' کا تعلق ہے تو اگر یحییٰ بن معین، ابوحاتم رازی، امام نسائی اور ابن حبان کا نعمان بن سالم کو ''ثقہ'' کہنا تعدیل نہیں تو پھر نہ جانے عمادی صاحب کے ''فنِ رجال'' میں تعدیل کس چیز کا نام ہے۔ جہاں تک اُن پر جرح کی بات ہے تو ہم عمادی صاحب کے ساتھ متفق ہیں کہ کسی نے بھی نعمان بن سالم کو جرح کے قابل نہیں سمجھا۔

باقی یہ ''تمنائی علم رجال'' کا قانون ہوگا کہ جس راوی کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کتب رجال میں نہ لکھی ہو، اگر چہ ائمہ نے اسے ثقہ لکھا ہو وہ راوی مجہول اور نا قابل اعتبار کہلائے گا، حقیقی اور اصلی علم رجال کا یہ اصول ہرگز نہیں۔

يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفي الطائفي

یہ ''**نافع بن عاصم الثقفي**'' (جو کہ ثقہ تابعی تھے) کے بھائی ہیں، اور جیسا کہ نسبت سے ظاہر ہے ان کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے تھا اور طائف کے رہنے والے حجازی تھے، ابن حِبان نے ان کا شمار ''ثقہ'' لوگوں میں کیا ہے، ان کا ذکر مندرجہ ذیل کتب میں ہے اور کسی نے بھی ان پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی۔

(التاريخ الكبير للبخاري، ج 8 ص 388 /الجرح والتعديل، ج 9 ص 211 /تاريخ الاسلام، ج 2 ص 1189 /تهذيب الكمال، ج 32 ص 339 /تهذيب التهذيب، ج 11 ص 389 /ثقات ابن حِبان، ج 5 ص 552 /التكميل في الجرح والتعديل لابن كثير الدمشقي، ج 2 ص 409 /الكاشف، ج 3 ص 394).

تمنائی مغالطہ

عمادی صاحب کو جب **یعقوب بن عاصم الثقفی** کے بارے میں کسی قسم کی کوئی جرح نہ ملی تو انہوں نے حسب عادت یہ بیان جاری کر دیا کہ:

''اسی طرح ایک حدیث اور صرف مسلم میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی طرف منسوب ہے، جس کو ایک مجہول الحال یعقوب بن عاصم بن عروہ بن مسعود روایت کرتے ہیں، نہ جن کا وطن معلوم ہے نہ سال ولادت ووفات کا کہیں ذکر ہے، نہ کوئی ان پر جرح کرتا ہے نہ ان کی تعدیل کرتا ہے، چونکہ ان کی حدیث مسلم میں ہے اس لئے مسلم کا بھرم رکھنے کے لئے صرف ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کر دیا ہے''۔

(انتظارِ مہدی و مسیح، ص212)

عمادی صاحب نے پہلا مغالطہ تو یہ دیا کہ یہ حدیث صرف مسلم میں ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں بھی باسند موجود ہے:

(مسند احمد: حدیث نمبر 6555، ج11 ص113 مؤسسة الرسالة /صحیح ابن حِبان: حدیث نمبر 7353، ج16 ص350 مؤسسة الرسالة /المستدرک للحاکم: حدیث نمبر 8632 و 8654 ج4 ص586 و 594 دار الکتب العلمیة بیروت /السنن الکبریٰ للنسائي: حدیث نمبر 11565، ج10 ص316 مؤسسة الرسالة /شعب الایمان للبیهقي: حدیث نمبر 345، ج1 ص530 مکتبة الرشد، السعودیة).

عمادی صاحب نے دوسری غلط بیانی یہ کی ہے کہ یعقوب بن عاصم کا وطن معلوم نہیں، جبکہ تمام کتابوں میں انہیں ''**ثقفي اور طائفي**'' لکھا ہے، یعنی ان کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے تھا اور طائف کے رہنے والے تھے، اسی وجہ سے انہیں ''**حجازي**'' بھی لکھا ہے۔ نیز جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ یہ ''**نافع بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفي الطائفي**'' کے بھائی ہیں اور کتب رجال میں جہاں ''نافع بن عاصم'' کا ذکر ہے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ملتا ہے کہ یہ ''یعقوب بن عاصم'' کے بھائی ہیں (مثلاً دیکھیں: الجرح والتعدیل، ج8 ص454 /تهذیب التهذیب، ج10 ص405 /التاریخ الکبیر للبخاري، ج8 ص84)، لہٰذا عمادی صاحب کا ''یعقوب بن عاصم'' کو مجہول لکھنا بھی صریح مغالطہ ہے۔

رہی عمادی صاحب کی یہ منطق کہ چونکہ ان کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کسی نے نہیں لکھی لہٰذا یہ مجہول ہیں۔ تو ہم اس کے جواب میں صرف یہی عرض کریں گے کہ:

جنھیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا انھیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا

حدیث نمبر 14:

''(امام اسحاق بن راہویہ روایت کرتے ہیں) خبر دی ہمیں (**مغیرہ بن سلمة**) **المخزومی** نے، اُن سے

بیان کیا عبدالواحد بن زیاد نے، اُن سے بیان کیا عاصم بن کُلیب نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا میرے والد (کلیب) نے، وہ کہتے ہیں میں کوفہ کی مسجد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب ایک آدمی آیا...... (اور اُس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ذکر ہے) ...... **فَیَنزِلُ عیسیٰ بن مریم** ...... پھر حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے...... **الی آخر الحدیث۔''**

(مسند اسحاق بن راھویہ، حدیث نمبر 262، ج1 ص288، مکتبة الایمان ، المدینة)

راویوں کا تعارف:

مغيرة بن سلمة المخزومي القرشي البصري (ابو هشام)

علی بن المدینی نے انہیں ''ثقہ'' کہا، نیز فرمایا: ''**مارأیتُ قرشیاً أفضل منه ولا أشد تواضعاً**'' ''میں نے اُن سے بہتر اور ان سے زیادہ متواضع قریشی نہیں دیکھا''۔ یعقوب بن شیبۃ، ابن الجنید اور نسائی نے بھی انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ ابن قانع نے انہیں ''ثقہ اور مامون'' کہا ہے۔ ابن حِبان نے بھی ان کا شمار ''ثقہ'' لوگوں میں کیا ہے۔ امام بخاری نے ان کی وفات سنہ 200 ہجری میں بتائی ہے۔

(التاريخ الكبير للبخاري، ج7 ص326 /الجرح والتعديل، ج8 ص223 /تاريخ الاسلام، ج 4 ص1215 /تهذيب التهذيب، ج10 ص261 /ثقات ابن حِبان، ج9 ص169)۔

عبدالواحد بن زياد العبدي البصري (ابو بِشر)

عثمان دارمی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا: ''عبدالواحد ثقہ ہیں''۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ: ''وہ ثقہ اور کثیر الحدیث'' تھے۔ ابوزرعۃ اور ابوحاتم رازی نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ امام ابوداؤد، عجلی، دارقطنی اور ابن حبان سب نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: ''**اجمعوا لا خلاف بينهم أن عبدالواحد بن زياد ثقة ثبت** '' تمام علماء رجال اس بات پر متفق ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ عبدالواحد بن زیاد ثقہ اور ثبت ہیں۔ ابن القطان الفاسی کہتے ہیں کہ ''وہ ثقہ ہیں''۔ امام بخاری کے مطابق ان کی وفات سنہ 179 ہجری اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے مطابق سنہ 177 ہجری میں ہوئی۔

(الجرح والتعديل، ج6 ص20 /تاريخ الاسلام، ج4 ص685 /تهذيب التهذيب، ج6 ص 434 /ثقات ابن حِبان، ج7 ص123 /معرفة الثقات للعِجلي، ج2 ص107 /الكاشف، ج1 ص672 /تاريخ عثمان الدارمي عن يحيىٰ بن معين، ص52 دار المأمون للتراث.دمشق)۔

ایک اہم وضاحت: یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ امام عثمان بن سعید الدارمی کے حوالے سے بیان ہوا کہ یحییٰ بن

معین نے ''عبدالواحد بن زیاد'' کے بارے میں فرمایا کہ: 'وہ ثقہ ہیں''، لیکن امام عُقیلی (متوفی 322ھ) نے کتاب الضعفاء میں اوران کے بعدامام ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں لکھاہے کہ: ''**قال عثمان بن سعید سألتُ یحییٰ عن عبدالواحد بن زیاد فقال: لیس بشيء** ''عثمان بن سعید (دارمی) کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین سے عبدالواحد بن زیاد کے بارے میں سوال کیاتو آپ نے فرمایا: وہ کچھ بھی نہیں۔

(الضعفاء للعقیلي، ج3 ص55، دار الکتب العلمیة بیروت /میزان الاعتدال، ج2 ص672، دار المعرفة)

توعرض ہے کہ عُقیلی کو یہاں وہم ہوا ہے،اورامام ذہبی نے بھی عُقیلی سے ہی یہ بات میزان الاعتدال میں نقل کردی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان الدارمی نے یحیٰی بن معین سے یہ بات ''عبدالواحد بن زیاد'' کے بارے میں نہیں بلکہ ''عبدالواحد بن زید'' کے بارے میں نقل کی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم عثمان بن سعید الدارمی کی ''تاریخ دارمی'' دیکھتے ہیں تو اس میں جہاں ''عبدالواحد بن زیاد'' کا ذکر ہے وہاں یحیٰی بن سعید سے یہی نقل کیا ہے کہ ''**عبدالواحد ثقة**'' عبدالواحد ثقہ ہیں (دیکھیں: تاریخ عثمان الدارمي عن یحییٰ بن معین، ص 52 ، راوی نمبر 52دار المأمون للتراث.دمشق) لیکن اس کے بعد جہاں ''عبدالواحد بن زید'' کا ذکر آتا ہے وہاں الفاظ یہ ہیں: ''**وسألته عن عبدالواحد بن زید، فقال: لیس بشيء**'' کہ میں نے یحیٰی بن معین سے عبدالواحد بن زید کے بارے میں سوال کیاتو آپ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں (دیکھیں: تاریخ عثمان الدارمي عن یحییٰ بن معین، ص148 ، راوی نمبر 506)۔

امام ابن ابی حاتم نے بھی ''الجرح والتعدیل'' میں جب ''عبدالواحد بن زید'' کا تعارف کروایا ہے تو یحیٰی بن معین کی یہ بات نقل کی ہے کہ ''وہ کچھ نہیں''، اوراس کے بعد ''عبدالواحد بن زیاد'' کے ترجمہ میں یحیٰی بن معین سے یہی نقل کیا ہے کہ ''عبدالواحد ثقہ ہیں''۔ (الجرح والتعدیل، ج6 صفحة 20 - 21)۔

نیز خودامام ذہبی نے میزان الااعتدال میں اسی جگہ ''عبدالواحد بن زیاد'' کے ترجمہ میں یحیٰی بن معین سے ان کی توثیق بھی بایں الفاظ نقل کی ہے ''**وروىٰ عثمان ایضاً عن یحییٰ : ثقة، وقال : لیس به بأس**'' عثمان (دارمی) نے یحیٰی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ (عبدالواحد بن زیاد) ثقہ ہیں، نیز انہوں نے کہا کہ: ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعدامام ذہبی نے اگلے راوی ''عبدالواحد بن زید بصري'' کے ترجمہ میں پھر عثمان دارمی کے حوالے سے یحیٰی بن معین کی وہی بات نقل کی ہے کہ: ''**لیس بشيء**'' (وہ کچھ بھی نہیں)۔

(میزان الاعتدال، ج2 ص672 - 673)

عاصم بن کُلیب بن شهاب الجرمي الکوفي

امام احمد سے منقول ہے کہ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں''۔ یحیٰی بن معین اورامام نسائی نے انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابوحاتم نے انہیں ''صالح'' (یعنی اچھی حدیث والا) کہا۔ امام ابوداؤد نے ان

کے بارے میں فرمایا کہ ''وہ عبادت گزار لوگوں میں سے ہیں'' اور دوسری جگہ فرمایا ''وہ اہل کوفہ میں سب سے افضل ہیں''۔ ابن حِبان، عجلی اور ابن شاہین نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ احمد بن صالح نے بھی انہیں ''ثقہ اور ثبت'' کہا۔ ابن سعد نے کہا کہ ''وہ ثقہ ہیں اور حجت ہیں''۔ ان کی وفات سنہ 137 ہجری میں ہوئی۔

(الجرح والتعديل، ج 6 ص 349 /تاريخ الاسلام، ج3 ص 674 /تهذيب التهذيب، ج5 ص 55 /ثقات ابن حِبان، ج 7 ص 256 /معرفة الثقات للعِجلي، ج2 ص 10 /الكاشف، ج1 ص 521 /التاريخ الكبير، ج6 ص 487 /تاريخ اسماء الثقات لابن شاهين، ص 220).

فائدہ: عاصم بن کلیب کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا ہے وہ مرجئی تھے، لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابوعبید الآجری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابوداؤد سجستانی سے پوچھا: ''کیا عاصم بن کلیب مرجئی ہیں؟'' تو امام ابوداؤد نے فرمایا ''**لا أدري**'' میں نہیں جانتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف مرجئی ہونے کی نسبت یقینی نہیں، بہرحال مرجئی ہونا راوی کی وثاقت کے منافی نہیں۔ اسی طرح کتب رجال میں عاصم بن کلیب کے بارے میں علی ابن المدینی کا یہ قول بھی ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''**لا يُحتج به اذا انفرد**'' جب وہ کسی حدیث کو بیان کرنے میں اکیلے ہوں (یعنی ان کے علاوہ اور کوئی وہ حدیث بیان نہ کرتا ہو) تو وہ حجت نہیں۔ اگرچہ ابن المدینی نے انہیں مطلقاً ضعیف یا نا قابل اعتبار نہیں فرمایا، لیکن ہماری زیر بحث حدیث وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کر رہے ہیں جس میں نزولِ عیسیٰ ◆ کا ذکر ہے اور یہ بات حضرت ابوہریرہؓ سے بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی روایت کی ہے جس میں سے کچھ احادیث ہم نے بھی ذکر کیں۔ اس طرح وہ یہ بات روایت کرنے میں اکیلے نہیں۔

<u>كليب بن شهاب الجرمي</u>

ابن مندۃ، ابونعیم اور ابن عبدالبر نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن ابوحاتم رازی، امام بخاری، ابوزُرعۃ، ابن سعد اور ابن حبان نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ ابوزُرعۃ نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ''وہ ثقہ ہیں، اور میں نے دیکھا ہے کہ ائمہ حدیث ان کی حدیث کو اچھا سمجھتے اور اس سے حجت پکڑتے ہیں''۔ عجلی اور ابن حبان نے بھی انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔

(الجرح والتعديل، ج 7 ص 167 /تاريخ الاسلام، ج2 ص 992 /تهذيب التهذيب، ج8 ص 445 /ثقات ابن حِبان، ج3 ص 356 /معرفة الثقات للعِجلي، ج2 ص 228 /الكاشف، ج2 ص 159 /التاريخ الكبير، ج 7 ص 229 /معرفة الصحابة لأبي نعيم، ج5 ص 2396 /الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج 2 ص 185 دار الفكر بيروت /أسد الغابة، ج4 ص 470 دار الكتب العلمية بيروت /الاصابة، ج9 ص 368 دار هجر، القاهرة).

(جاری ہے)

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مسلمانوں کی تکفیر

محمد سفیر الاسلام

وہ لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی (م 1908ء) کے ماننے والوں (احمدیوں) کے حوالے سے یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں ان کی گواہی ہے کہ حضرت مرزا [غلام احمد قادیانی] صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ حالاں کہ 7 ستمبر 1974ء کی آئینی ترمیم جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، قرآن وسنت کے مطابق ہے، یہ تمام مسلمان مکاتب فکر اور پارلیمنٹ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جب کہ وہ لوگ یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ غلط اور رواداری کے خلاف ہے۔ ہمارے پیش نظر خود مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے صاحب زادے مرزا بشیر الدین محمود (م 1965ء) حکیم نورالدین (م 1914ء) اور مولوی محمد علی لاہوری (1951ء) کی تحریریں موجود ہیں، جن میں انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانے والوں کے بارے میں اوران سے تعلقات رکھنے کے بارے میں آرا موجود ہیں۔ ان تحریروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ تمام لوگ جو آپ پر ایمان نہیں لائے وہ یہودی، عیسائی، مشرک، اور جہنمی ہیں۔ لہذا ان کے ساتھ معاشرتی اور مذہبی تعلقات رکھنا حرام ہیں۔ ہمارے ہاں ان سے ہمدردی رکھنے والے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم انھیں کافر یا غیر مسلم کیوں گردانتے ہیں؟ یہ رویہ درست نہیں۔ ان تحریروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے احمدیوں کی تکفیر تو بعد میں ہوئی جب کہ اس سلسلے میں ابتدا دراصل انھوں نے خود کی۔

۱۸۹۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ کے مقام پر لوگوں سے بیعت لی۔

۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی اپنی درخواست پر اسے سرکاری ریکارڈ پر جماعتِ احمدیہ کو مسلمانوں کے فرقے سے باہر رکھا گیا۔

یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان تصور نہ کریں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے انکار کردیں۔ کیوں کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ کافر ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ (انوارِ خلافت صفحہ ۳۰)

اس سب سے وہ اعلان کرتا ہے کہ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔

(حقیقۃ الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ ۱۶۳)

علاوہ اس کے، جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا، کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔۔۔۔۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے احکام کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدائے تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے، اور مجھ کو باوجود صدہا نشانیوں کے مفتری ٹھیراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۱۶۳)

کفر دو قسم پر ہے ایک کفر یہ ہے کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آں حضرت ﷺ کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرا یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیحِ موعود کو نہیں مانتا اس کے باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی

تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی از مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۱۷۹)

خدائے تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(اخبار الفضل 15 جنوری 1935ء)

صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ (ارشاد مرزا صاحب، اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱)

پس یاد رکھو کہ جب مجھے خدا نے اطلاع دی ہے تمھارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمھارا امام وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴ بر حاشیہ)

اور مجھے بشارت دی کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی، وہ جہنمی ہے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی تذکرہ مجموعہ الہامات صفحہ ۱۶۸)

خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی تذکرہ مجموعہ الہامات صفحہ ۶۰۰)

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی

کرنے والا جہنمی ہے۔

(الہام غلام قادیان مندرجہ تبلیغ رسالت جلد۹ صفحہ ۲۷)

اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی انوارِ اسلام صفحہ ۳۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱)

جو میرے مخالف تھے، اس کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

(نزول مسیح مرزا غلام احمد قادیانی (حاشیہ) صفحہ ۴ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۲)

تلك ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمؤدة و ينتفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتی الا ذرية البغايا ۔

(ترجمہ) میری اس کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فایدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا

ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔

(مرزا غلام احمد قادیانی آئینۂ کمالاتِ اسلام، صفحہ ۵۴۸ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸)

اصل عبارت عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ ہم نے لکھا ہے۔ مرزا کے الفاظ یہ ہیں الا ذریۃ البغایا۔ عربی کا لفظ البغایا جمع کا صیغہ ہے۔ واحد اس کا بغیہ ہے جس کا معنی بدکار، فاحشہ، زانیہ ہے۔ خود مرزا نے (خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۹ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۶) میں لفظ بغایا کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے۔ اور ایسے ہی انجام آتھم کے (صفحہ ۲۸۶ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۱) [میں ہے]

نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۲۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۶۳ میں لفظ بغایا کا ترجمہ نسلِ بدکاراں، زناکار، زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۵۳)

جو دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑے گا۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۵۷ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۱۷)

غیر احمدی کی لڑکی لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اہلِ کتاب عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے۔۔۔لیکن

اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہیں دینی چاہیے۔ اگر ملے تو لے بے شک لو لینے میں کوئی حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی، اخبار الحکم 16 اپریل 1908ء)

مسلمانوں کی اقتدا میں نماز حرام و ناجائز ہے۔ (تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۲۷، انوارِ خلافت صفحہ ۹۰)

انگریز تمھارے لیے ان مسلمانوں کے مقابلے میں ہزار درجے بہتر ہیں جو تم سے اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ انگریز تمھیں ذلیل کرنا نہیں چاہتے نہ ہی وہ تمھیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۵۴۴ جلد ۳)

مرزا غلام احمد صاحب اپنے مکتوب مورخہ مارچ 1906ء بنام ڈاکٹر عبدالحکیم لکھتے ہیں: خدائے تعالیٰ میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور جس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۵۱۹)

''ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہو یا کسی ملک میں، کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں، بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا''۔ (حکیم نورالدین [خلیفہ اوّل] نہج المصلّٰی مجموعۂ فتاوٰی احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۷۵ بحوالہ اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ۸ مورخہ ۷ مارچ ۱۹۱۱ء)

اس کے پیروؤں کو ایسے شخص کے نماز پڑھنا ممنوع ہے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔

(نہج المصلّٰی فتاوٰی احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸)

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر مسیحا ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔

(حکیم نورالدین [خلیفہ اوّل] نہج المصلّٰی مجموعۂ فتاوٰی احمدیہ جلد اول صفحہ ۳۸۵)

غیر احمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو۔ (نہج المصلّٰی مجموعۂ فتاوٰی احمدیہ صفحہ ۳۸۲)

بعد میں اگر کسی نے اس فتویٰ کو جاری سمجھا تو وہ اس کی اجتہادی غلطی تھی جس کو خلیفۂ اوّل (حکیم نورالدین صاحب) نے صاف حکم کے ساتھ رد کر دیا کہ غیر احمدی کا جنازہ ہرگز جائز نہیں۔ (اخبار الفضل 29 اپریل 1916ء)

مرزا بشیر الدین محمود نے حقیقتِ النبوۃ کے صفحہ ۲۷۴ پر لکھا ہے: مرزا غلام احمد قادیانی صحیح معنوں میں اور شریعت کے مطابق نبی تھے۔ وہ مجازی نبی نہیں بل کہ حقیقی نبی تھے۔ اس اعلان کا لازمی نتیجہ یہ کہ جو شخص اس مدعیٔ نبوت کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کرے وہ کافر ٹھیرتا ہے۔

تمام مسلمان جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت نہیں کی خواہ انھوں نے اس کا نام بھی نہ سنا ہو سب کافر ہیں اور تمام اہلِ اسلام دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینۂ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۳۵)

کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہ سنا ہو سب کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینۂ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود صفحہ ۳۵)

ہر شخص جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتقاد رکھتا ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہے اور حضرت محمد ﷺ پر اعتقاد نہیں رکھتا یا پیغمبر اسلام پر ایمان رکھتا ہے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی پر یقین نہیں رکھتا۔ پکا کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان صفحہ ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانے میں نمودار کیا اور حضرت مسیحِ موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلاۃ و السلام کو جو فارسی النسل ہیں، اس کام کے لیے منتخب فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا زور آور حملوں سے تیری تاید کروں گا اور جو دین تو لے آیا ہے، اسے تمام دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل و براہین غالب کروں گا اور اس کا غلبہ دنیا کے آخر تک قائم رکھوں گا۔ (اخبار الفضل 3 فروری 1935ء)

عبداللہ کوئیلیم نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایک مشن قائم بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ مسٹر دیب نے امریکا میں اس کی اشاعت کی لیکن آپ نے (مرزا صاحب نے) مطلق ان کو ایک پائی کی مدد نہ کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس اسلام میں آپ پر (مرزا صاحب پر) ایمان لانے کی شرط نہ ہو اور آپ کے سلسلے کا ذکر نہیں، اسے آپ اسلام ہی نہیں سمجھتے تھے کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور۔ میاں محمود احمد [خلیفہ ثانی] نے کہا: ہندوستان سے باہر ہر ایک ملک میں ہم اپنے واعظ بھیجیں۔ مگر میں اس بات کے کہنے سے نہیں ڈرتا کہ اس تبلیغ سے ہماری غرض سلسلۂ احمدیہ کی صورت میں اسلام کی تبلیغ ہو۔ میرا یہی مذہب ہے اور حضرت مسیحِ موعود کے پاس رہ کر اندر باہر ان سے یہی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ یہی میری تبلیغ ہے، پس اس اسلام کی تبلیغ کرو جو مسیحِ موعود لایا۔

(منصب خلافت صفحہ ۲۰)

میاں محمود احمد [خلیفہ ثانی] نے ایک خطبہ میں کہا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔ (اخبار الفضل 30 فروری 1931ء)

مرزا بشیر الدین محمود نے سب جج گورداس پور کی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا: اس کی وجہ کہ غیر احمدی کیوں کافر ہیں۔ قرآن کریم نے بیان کی

ہے وہ اصول جو قرآن نے بتایا ہے اس میں سب کا انکار کفر ہے۔ سب نبیوں کا یا نبیوں میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے، کتب کا انکار کفر ہے، ملائکہ کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے وغیرہ۔ ہم چونکہ حضرت مرزا غلام صاحب کو نبی مانتے ہیں اس لیے قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

(اخبار الفضل 29 جون 1922ء)

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں: اس جگہ ایک اور شبہہ پڑتا ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت مسیح موعود اپنے منکروں کو حسب حکم الٰہی اسلام سے خارج سمجھتے تھے تو آپ نے اس کے لیے اپنی بعض آخری کتابوں میں مسلمان کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ اس کے جواب میں کہا: معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود کو بھی بعض وقت اس کا خیال آیا کہ کہیں میری تحریروں میں ''غیر احمدیوں'' کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھ کر دھوکا نہ کھا جائیں۔ اس لیے آپ نے کہیں کہیں بہ طور ازالہ کے، غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ لکھ دیے ہیں کہ ''وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں''۔ تا جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اس سے مدعیٔ اسلام سمجھا جائے نہ کہ حقیقی مسلمان۔۔۔۔۔پس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں کہیں غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے وہاں صرف یہ مطلب ہے کہ وہ صرف اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ورنہ آپ حسب حکم الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔

(کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلیجنز قادیان صفحہ ۱۲۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

چوں دور خسروی آغاز کردند مسلمان را مسلمان باز کردند

اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو بڑی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس میں خدا نے غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر اس کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے۔ مسلمان تو اس لیے کہا ہے کہ وہ مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جب تک یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ کون مراد ہے۔ مگر ان کے اسلام کا اس لیے انکار کیا گیا ہے وہ اب خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں بل کہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر نئے سرے سے مسلمان کیا جائے۔

(کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان نمبر ۳ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۳)

اب جب کہ یہ مسئلہ صاف ہے کہ مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان نمبر ۳ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۸)

اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم ؐ کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیحِ موعود نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں۔ بل کہ وہی ہے اور اگر مسیح موعودؑ کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریمؐ کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے جس میں بقول حضرت مسیحِ موعودؑ آپ کی روحانیت اقویٰ اکمل اور اشنہ ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

(کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

اب معاملہ صاف ہوگیا اگر نبی کریم ﷺ کا انکار کفر ہے تو مسیحِ موعود (یعنی مرزا صاحب) کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں۔

(کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان نمبر ۳ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۸)

کلمۃ الفصل صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی ریویو آف ریلی جنز قادیان نمبر ۱۴ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۹ میں لکھتے ہیں:

''غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ ہوگئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔۔۔ اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی اکرم ؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے، ہاں اشد مخالفین کو حضرت مسیح موعود نے کبھی سلام نہیں کہا اور نہ ان کو سلام کہنا جائز ہے۔ غرض ہر ایک طریقہ سے ہم کو حضرت مسیحِ موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے اور ایسا کوئی تعلق نہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا ہو اور پھر

ہم کو اس سے روکا نہ گیا ہو۔''

غیر احمدی بچے کا جنازہ پڑھنا درست نہیں۔ (میاں محمود احمد، اخبار الفضل 3 مئی 1922ء)

ضمناً مسئلہ ختمِ نبوت کے سلسلے میں ''منیر کمیٹی'' میں کہا گیا ہے کہ ''اب مرزا صاحب کے ایسے ارشاد کا انکشاف ہوا ہے جس میں انھوں نے ان مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کی اجازت دے دی تھی جو مکذب اور مکفر نہ ہوں'' اس پر عدالت نے کہا: اس سے تو بات وہیں رہتی ہے۔

(منیر کمیٹی رپورٹ صفحہ ۱۹۹)

۱۳ مئی ۱۹۰۴ء کو گورداس پور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مولوی محمد علی لاہوری صاحب نے ایک بیان حلفی میں کہا:

''مکذبِ مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے، مرزا صاحب ملزم مدعیٔ نبوت ہے، اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا، دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔

(ماہ نامہ فرقان قادیان، جلد ا، نمبر ا، جنوری ۱۹۴۲ء مباحثہ راول پنڈی، صفحہ ۲۷)

مولوی محمد علی لاہوری صاحب نے احمدیہ بلڈنگز میں تقریر کرتے ہوئے کہا: مخالف کوئی معنی کرے ہم تو قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے، صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کرسکتا ہے مگر چاہیے مانگنے والا۔۔۔۔ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا، خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا''۔ (''الحکم'' ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ بحوالہ ماہ نامہ فرقان قادیان، جلد ا، نمبر ا، صفحہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۲ء)

معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلاۃ والسلام کے مدارجِ عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کا بھید جاننے والا ہے، حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود کو اِس زمانے کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ (مولوی محمد علی لاہوری ہفت روزہ پیغام صلح لاہور 16 اکتوبر 1913ء صفحہ 2)

مجاہدِ کبیر سوانح عمری بانی جماعتِ احمدیہ لاہور، مولوی محمد علی لاہوری مؤلفہ ممتاز احمد فاروقی اور محمد احمد۔

اس کتاب کے آخری صفحے پر جماعتِ احمدیہ لاہور کے عقاید درج کیے گئے ہیں۔ عقیدہ نمبر 2 کے تحت کہا گیا ہے: باالفاظِ بانی سلسلہ، حضرت مرزا غلام احمد صاحب ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔

''ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ ہمارے ہندوں بھائیوں کے دلوں سے پردے اٹھ جائیں اور اس کو اپنی مذہبی غلطیوں پر بصیرت اور معرفت حاصل ہو جائے اوران کے سینے اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے کھل جائیں جو دینِ اسلام تعلیم دیتا ہے۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ
آخری زمانے میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انھیں دیا گیا تھا، وہ خدا کی طرف سے تھا اوراس کو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالیٰ نے پورا کر دکھایا ہے ''۔(ریویو آف ریلیجنز قادیان جلد۳، نمبر۱۱، صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۱، منقول از تبدیلی عقاید مولوی محمد علی لاہوری صفحہ ۶۳، مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)
''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کامل
جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگیں ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، اس کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا ''۔

(ریویو آف ریلیجنز قادیان جلد۴، نمبر۱۱، صفحہ ۱۸۶، بحوالہ تبدیلی عقاید مولوی محمد علی صاحب از محمد اسماعیل قادیانی صفحہ ۲۲، مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)

ان تحریروں کے سے آگہی کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو بیانیے کی آڑ میں امت کے اجتماعی فیصلے اور آئینِ پاکستان کو اپنی توپوں کی زد پر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ احمدیوں کو چاہے وہ (ربوہ والے ہوں یا لاہوری) کے لیے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔ لگتا ہے وہ ان [عیسائی اور یہودی اور مشرک، ذریۃ البغایا، بغیہ جس کا معنی بدکار، فاحشہ، زانیہ ترجمہ بازاری عورتیں بغایا کا ترجمہ نسلِ بدکاراں، زنا کار، زن بدکار، ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں، بیابانوں کے خنزیر، ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں] گالیوں اور مغلظات جو جھوٹے مدعیٔ نبوت کی زبان سے نکلی ہیں ان سے بچنے کے لیے ان سے اظہار ہم دردی کر رہے ہیں۔ ذرا غور کیجیے کیا ایک نبی کی زبان ایسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے لیے ایسا لب ولہجہ اختیار کریں اور پھر ان کے حمایتی اور خیر خواہ جن کو امت محمدی کا فرد ہونے پر تو شک ہے مگر امت مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے وہ اپنے ضمیر وایمان کا سودا کر رہے ہیں۔ ان تحریری ثبوتوں کے بعد تو ان پر یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ اس گروہ سے تعلق بھلا کیسے رکھا جا سکتا ہے؟ جو آپ اور آپ کے والدین کے بارے میں ایسے مکروہ اور گندے خیالات رکھتا ہو۔ العیاذ باللہ

پاکستانی قادیانیوں کا وفد اسرائیل میں گیا

علی زمان

حیفا میں منکرین ختم نبوت کا سالانہ کنونشن

پاکستان کی قادیانی کمیونٹی کے اسرائیلی دوروں کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے عرب جریدے نے لکھا ہے کہ سال ۲۰۱۶ء جولائی میں مقبوضہ فلسطینی شہر حیفا میں منعقدہ سالانہ جلسے میں پاکستان کے قادیانی وفد نے شرکت کی ہے۔ اسرائیل کی عربی ویب سائٹ کی رپورٹ کے مطابق اگست ۲۰۱۶ء میں قادیانی جماعت نے حیفا کے علاقہ الکبابیر میں اپنا بیسواں سالانہ کنونشن منعقد کیا۔ کنونشن میں امریکا، شمالی امریکا اور یورپی ممالک کے علاوہ پاکستان، اردن اور مصر سے بھی قادیانی وفود شریک ہوئے۔

۲۸ر جولائی کو منعقد ہونے والے تین روزہ کنونشن میں پاکستانی قادیانیوں کے وفد کی شرکت کو قادیانی کمیونٹی اور اسرائیلی انتظامیہ نے غیر معمولی اہمیت دی اور ان کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ پاکستانی وفد کو کنونشن میں پاکستان میں قادیانیوں کو درپیش مسائل پر بات کرنے کی دعوت دی گئی۔ جس میں انھوں نے پاکستان میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں کنونشن کے شرکاء کو بتایا۔ اس کنونشن میں قادیانیوں کے علاوہ عیسائی، دروزی، بہائی اور ملحدوں کے ساتھ یہودی وفود نے بھی شرکت کی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے ممبران، یہودی ربی اور یہودی مصنفین کنونشن میں بطورِ خاص شریک ہوئے جب کہ اسرائیل کے سیکورٹی حکام اور قومی سلامتی کے عہدیداروں کو بھی بطورِ خاص مدعو کیا گیا تھا۔ ایلان یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر دانئیل ہرشکوفیتش نے قادیانی اجتماع سے خطاب بھی کیا اور قادیانیت کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے لیے نیک تمنائیں ظاہر کیں۔ اسرائیل کے ڈومینکین اور کریبین کے سفرا نے بھی اجتماع سے خطاب کیا۔ کنونشن کے دوران پاکستانی وفد سمیت غیر ملکی وفود کے اسرائیلی عہدیداروں سے ملاقاتیں بھی کرائی گئیں۔ عرب جریدے کے مطابق پاکستانی وفد کی آمد کو سراہا گیا اور آئندہ کے لیے سالانہ کنونشن میں ان کی شرکت کو لازمی قرار دیا گیا۔

فلسطین کا مقبوضہ شہر حیفا، کیرہ روم کے مشرقی کنارے واقع ہے۔ اس شہر پر برطانوی قبضہ تھا۔ جس نے ایک خاص سازش کے تحت اس شہر میں قادیانیوں کو بسایا اور اس کی ہر طرح سے مدد کی۔ اس مقصد کے لیے برطانیہ نے ۱۹۲۸ء میں سب سے پہلے ہندوستان سے جلال الدین شمس نامی ایک قادیانی مبلغ کو حیفا بلوایا۔ اسے رہائش کی تمام سہولیات سمیت دیگر مراعات دے دیں۔ برطانوی دور میں حیفا میں الشاذلی نامی صوفی تحریک بڑی سرگرم تھی۔ تصوف سے وابستہ اس خانقاہ

کو برطانیہ اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہوا۔ برطانوی انتظامیہ نے قادیانی مبلغ کو اسی صوفی تحریک کے افراد کو قادیانی بنانے کا ٹاسک دیا تھا۔ برطانوی حکومت کی سرپرستی میں فلسطینی سرزمین پر قادیانیت کو فروغ ملنے لگا اور صوفی تحریک کے بہت سے خاندانوں نے قادیانیوں کے فریب میں آکر قادیانیت قبول کرلی۔ قادیانیوں پر اپنی مہربانیوں کے لیے مشہور برطانوی انتظامیہ نے ۱۹۳۴ء میں حیفا کے محلے الکبابیر میں قادیانیوں کی عبادت گاہ اور قادیانی ثقافت کے نام پر ایک کمیونٹی سنٹر تعمیر کیا۔ یہ مقام پورے مشرقِ وسطیٰ میں قادیانیت کے دجل وفریب کا اوّلین مرکز بنا۔ جہاں سے قادیانیت کی سرگرمیاں پورے مشرقِ وسطیٰ میں پھیلنی شروع ہوگئیں۔

۱۹۴۸ء میں برطانیہ نے حیفا کو یہودیوں کے حوالے کیا۔ اس زمانے میں یہودیوں نے سینکڑوں مساجد کو شہید کیا اور درجنوں کو جانوروں کے باندھنے اور دیگر مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ تاہم قادیانیوں کے عبادت خانے کو کوئی گزند نہیں پہنچائی گئی۔ قابض یہودیوں نے قادیانی کمیونٹی کو پوری طرح سپورٹ کیا۔ حیفا میں قادیانی مرکز کے سربراہ محمد شریف نامی شخص ہے۔ جس کے ساتھ فلسطینی مفتیان کرام اور علماء کرام کے مناظرے بھی ہوئے ہیں۔ تاہم اسرائیل کی بھرپور سرپرستی کے سبب اس کے منفی اثرات فلسطینی معاشرے میں پھیلنے کا سلسلہ ابھی تک رکوایا نہیں جاسکا۔ اسرائیل کے شمال میں واقع الکبابیر مرکز کو اسرائیل حکومت کی بھرپور سرپرستی اور تعاون حاصل ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ’’اوصاف‘‘ ۱۴؍نومبر ۲۰۱۶ء)

❁ ❁ ❁ ❁

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

27 جولائی 2017ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نماز مغرب مجلسِ درسِ قرآن ہوتی ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

متلاشیانِ حق کو دعوتِ فکر و عمل

مکتوب نمبر 2

ڈاکٹر محمد آصف

پیارے احمدی دوستو!

اگر آپ اپنے خالق و مالک پر یقین رکھتے ہیں اور اس بات کو سچ مانتے ہیں کہ آپ بہت جلد اسے ملنے والے ہیں تو آپ سچائی کی دیوانہ وار تلاش اور سچ اور جھوٹ میں فرق کے لیے گہری تحقیق اور چھان پھٹک سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ آپ اطمینان کا ایک مصنوعی خول چڑھا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت احمدیہ سے باہر تمام علماء محض مفاد پرست اور جھوٹے ہیں اور ہم ان کی کوئی بات نہیں سنیں گے اور جماعت احمدیہ کی قیادت کی اندھی تقلید میں اپنی قیمتی زندگی گزار دیں گے۔

یاد رکھیے سچائی انفرادی کیرئیر اور سماجی رشتوں سے زیادہ اہم ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ بس جی! ہم میں اور غیر احمدی مسلمانوں میں کوئی خاص فرق نہیں، ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں' آپ کی معصومیت بھی ہوسکتی ہے لیکن جن لوگوں نے یہ معصومیت آپ کو سکھائی ہے وہ نہیں چاہتے کہ آپ خود تحقیق کرنا شروع کر دیں، وہ نہیں چاہتے کہ آپ سچائی کی تلاش کے سفر پر نکلیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ مذہبی عقیدت کے نشے میں چور رہیں تا کہ کبھی اصلی اور جعلی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا نہ کر سکیں۔

میرے محترم! دنیا کی اس منڈی میں ہر اصلی چیز کے مقابلہ میں جعلی اور نمبر دو چیز موجود ہے۔ جعلی چیز اپنے رنگ و روغن اور پیکنگ سے اصل کے عین مطابق دکھائی دیتی ہے بلکہ بعض اوقات تو اپنی چمک دمک میں اصل سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر ہم نمک اور ہلدی خریدتے وقت تو پوری چھان بین کریں کہ خالص اشیاء کہاں سے دستیاب ہوسکتی ہیں لیکن اپنے عقائد و افکار کے معاملے میں اپنے ذہن کو بند کر لیں اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور سچ اور جھوٹ میں فرق جاننے کے لیے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ منظّم جدوجہد نہ کریں تو یقیناً یہ منافقت کا راستہ ہوگا۔ اگر ہم سچائی اور حقیقت کو اپنی زندگی کی اساس بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے قلب و ذہن کی تمام توانائیوں کو سچ جاننے کے لیے وقف کر دینا چاہیے اور اس سلسلہ میں ہر طرح کے ایثار و قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

بظاہر احمدی اور غیر احمدی ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں لیکن در حقیقت ان کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک اگر دن ہے تو دوسرا رات ہے ان دونوں گروہوں میں سے صرف ایک ہی سچائی پر ہے اور دوسرا لازماً گمراہی پر ہے۔

اب کسی شخص کے الہامات، وحی، کشف یا خواب دین میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے تو پھر وحی کے جاری رہنے پر کیوں سارا زور صرف کیا جاتا ہے۔

دین کی سیدھی تعلیمات کے مقابلہ میں ہر منطقی الجھاؤ محض مغالطہ (fallacy) ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ جہاں مجدد دین اور مصلحین آتے رہے ہیں، وہیں کاذب اور جھوٹے دکانداروں کا سلسلہ بھی چلتا آ رہا ہے اور یہ جھوٹے لوگ اپنے پیروکاروں کی اچھی خاصی جماعت بھی بناتے رہے ہیں۔ لہٰذا بہت باریک بینی سے تحقیق ضروری ہے۔

آپ کا خیر خواہ

ڈاکٹر محمد آصف

قیامت کے دن مصیبت زدہ لوگوں کا اجر

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میزان قائم کیے جائیں گے، نمازیوں کو بلایا جائے گا، ان کو بھی ترازوؤں سے تول تول کر پورا اجر دیا جائے گا۔ پھر روزہ داروں کو بلایا جائے گا، ان کو بھی ترازوؤں سے تول تول کر پورا اجر دے دیا جائے گا۔ پھر زکوۃ دینے والوں اور خیرات کرنے والوں کو بلایا جائے گا۔ ان کو بھی ترازوؤں سے تول تول کر پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا، پھر حاجیوں کو بلایا جائے گا ان کو ترازوؤں سے تول تول کر پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ پھر مصائب وبلایا میں گرفتار لوگوں کو بلایا جائے گا، ان کے لیے کوئی ترازو نصب نہ کی جائے گی نہ ہی حساب وکتاب کا کوئی دفتر کھولا جائے گا (بلکہ) اجر وثواب بغیر حساب ان پر برسایا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ“ (جو لوگ مصائب وآلام پر ثابت قدم رہنے والے ہیں بس ان کو ان کے صبر کا صلہ بے شمار ہی دیا جائے گا (یعنی بھرپور) (زمر، آیت نمبر: ۱۰) حتیٰ کہ فارغ البال اور خوش حال لوگ، مصیبت زدہ وآفت رسیدہ لوگوں کا اعزاز واکرام دیکھ کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا گیا ہوتا۔“

(رواہ ابن مردودیہ فی تفسیرہ)

مرزا قادیانی تے امیر کابل

ڈاکٹر فقیر محمد فقیرؒ، بابائے پنجابی

(مرزا قادیانی دے تبلیغی خط دے جواب وچ امیر کابل دا جملہ ''مارا عمر بائد نہ کہ عیسیٰ''، ہی ایس نظم نوں لکھن دا سبب بنیاں)

ہِند وچ مرزے دا جد رولا چوکھیرا ہلیا
اِک خط لکھ قادیاں توں اوس کابل گھلیا

بندہ سی رحمٰن دا کابل دا جو ہے سی امیر
پکا دین ایمان دا نالے محمد ﷺ دا فقیر

خط لکھ کے آپنے سر وچ پوا لئی اوس کھیہہ
ٹوریا مِرزے جو پتر سی اوہدا مضمون ایہہ

''ہند وِچ بیٹھے نیں جِس نوں سارے ای خاص عام سُن
سُن امیر عبدالرحمٰن اوہ حق دا پیغام سُن

سی جہدا وعدہ ہاں اوہ اسلام دا مقصود مَیں
قادیاں وِچ آ گیاں اوہو مسیح موعود مَیں

دِن قیامت دے متے بازی نہ مات ہووے تری
مَن مینوں حشر نوں تاں جے نجات ہووے تری''

جوابِ امیر

بادشاہ نے آکھیا سُن جھوٹھیا پیغمبرا
چارہ کر اپنی غلامی دا میرے چارہ گرا

کر شریعت دے نہ اوہلے وِچ کوئی کھچری کلام
جگ نوں دھوکھا نہ دے بن کے محمد ﷺ دا غلام

مَیں تے ایہہ جاتا اے توں مردُود ہیں ملعون ہیں
مَت ماری گئی اے تیری، بن گیا مجنون ہیں

ہیں غدارِ مصطفیٰ ﷺ نالے ہیں توں جھوٹھا غلام
اوہ غلامی ہے تری جس نوں کہیا آقا ﷺ حرام

توں غلام ایں مر غلاماں دی ہی وستی وچ ای مر
جے چپیڑ اِک گلھ تے مارے کوئی دُوجی وی کر

لگدائے قرآن تے تیرا تے ایمان ای نہیں
توں غلام ایں تے غلام ہُندا مسلمان ای نہیں

لوڑ کعبے دی اے کجھ، کتھے دھراں عیسٰی نوں مَیں
عمرؓ لوڑی دا مینوں کیہ کراں عیسٰی نوں مَیں

☆......☆......☆......☆

دعاءِ صحت

- مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دوسال سے کومے میں ہیں
- مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر قاری عبدالعزیز صاحب علیل ہیں
- مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی علیل ہے
- لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں
- چودھری عبدالجبار صاحب صدر مجلس احرار اسلام خان پور علیل ہیں
- حافظ محمد جمال صاحب قدیمی کارکن مجلس احرار اسلام غازی پور
- ڈیرہ اسماعیل خان کے احرار کارکن حافظ فتح محمد علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن قاضی رفیع الدین کی خالہ محترمہ شدید علیل ہیں
- حافظ محمد صدیق چوہان صدر مجلس احرار اسلام رحیم یار خان شہر علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام کراچی کے نائب امیر اور مدرسہ محمدیہ، جامعہ مسجد محمدی مہران ٹاؤن کراچی کے بانی و مہتمم مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے بھائی قاری عبدالشکور علیل ہیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

عشق کے قیدی (قسط:۱۱)

ظفر جی

سول لائن تھانہ کا بھوت

2 مارچ...1953ء...لاہور!!!!

دن کے 1 بجے تھانہ سول لائن کے سامنے ایک گاڑی آ کر رکی۔

"آئی جی ساب آ گئے..آئی جی ساب! "باہر سے ایک سنتری بھاگتا ہوا اندر آیا۔

ایس ایس پی نعیم مرزا جو میز پر ٹانگیں پھیلائے قیلولہ کر رہا تھا، ہڑ بڑا کر اُٹھا اور ٹوپی پہن کر الرٹ ہو گیا۔ باقی عملہ بھی اُٹھ کر آنکھیں ملنے لگا۔

"سیدھے ہو جاؤ۔ بلاء نازل ہونے والی ہے۔" ایس ایس پی عملے کو ہدایات دیتا ہوا باہر دوڑا۔

آئی جی نے گاڑی سے اترتے ہی پوچھا:"سب لوگ آ گئے؟ "

" کک...کون لوگ سر!" ایس ایس پی ہکلایا۔

"سینئر مجسٹریٹ، کمشنر صاحب، ہوم سیکرٹری؟"

"نن....نو سر.! "

"میٹنگ روم تیار کراؤ۔ ارجنٹ میٹنگ ہے۔!"

یہ کہہ کر آئی جی صاحب لان میں کھڑے ہو کر سگریٹ سلگانے لگے اور ایس ایس پی مرزا نعیم میٹنگ روم کی طرف دوڑا۔ کوئی نصف گھنٹہ بعد کمشنر لاہور، ہوم سیکرٹری اور مجسٹریٹ بھی پہنچ گئے۔ دو بجے تھانہ سول لائن میں اعلیٰ سطح کا اجلاس شروع ہو چکا تھا۔

" آج شام کا جلوس بہت سرکش تھا۔ " آئی جی نے کہا۔ "مظاہرین کی طرف سے اینٹوں، ڈنڈوں، بوتلوں کا آزادانہ استعمال ہوا ہے کراؤڈ (crowd) کے تیور اَب بدل رہے ہیں۔ "

"پولیس لاٹھی چارج نہ کرتی تو ہجوم اتنا مشتعل نہ ہوتا۔" کمشنر نے کہا۔

" کیا کرے پولیس؟ لاٹھی چارج نہ کرتی تو یہ لوگ گورنمنٹ ہاؤس پہنچ جاتے۔ اتنے بڑے کراؤڈ کو ہینڈل کرنا آسان کام ہے؟ "

" فکر نہ کریں، ہم بارڈر پولیس منگوا رہے ہیں۔ وہ لوگ ہائی رسک میں کام کرنے کے عادی ہیں" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"غیاث الدین صاحب! پوزیشن یہ ہے کہ پنجاب حکومت کی کوئی سنتا نہیں، اور مرکز کو پرواہ نہیں۔ ان حالات میں پولیس

جانوں کا رسک کیوں لے؟" آئی جی کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"پنجاب حکومت تمہیں ہتھیار اور اختیار تو دے چکی اور کیا کرے؟" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"تو اب کیا بندوق لے کر موب (Mob) پر گولیاں چلانا شروع کر دوں؟ "

"آف کورس! بندوق کا اگر کوئی اور استعمال ہے تو مجھے سمجھا دیجئے! "

"دیکھئے گولیاں چلانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ایک بار خون کے چھینٹے اس وردی پہ لگ گئے تو عمر بھر نہیں دھل سکیں گے۔"

" پھر کھاتے رہو ڈنڈے اور بوتلیں!" ہوم سیکرٹری نے طنز کیا۔

" میرے خیال میں آئی جی صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" کمشنر نے کہا۔" آج ہم اپنی قوم پر فائر کھولیں گے تو کل ہمیں اپنا سر کھلوانے کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔" کمشنر نے کہا۔

"تو پھر حل کیا ہے؟" ہوم سیکرٹری نے پوچھا۔

"مارشل لاء! "

"مارشل لاء؟....آر یو میڈ ....؟" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"رسوائی سے بچنا ہے تو فوج کو بلاؤ اور اپنی جان چھڑاؤ!" کمشنر نے کہا۔

"دیکھو مارشل لاء اِز ناٹ اے گیم۔ یہ مسئلے کا حل.... "

" دیکھئے غیاث الدین صاحب! مارشل لاء ہی اس مسئلے کا واحد حل ہے۔ پبلک فوج کی گولی آرام سے کھا لیتی ہے، لیکن پولیس کی لاٹھی ہضم نہیں کر سکتی۔ ایک سال پہلے ملتان میں پولیس نے ایسے ہی ایک کراؤڈ پر تشدّد کیا تھا، اور لوگ تھانے کو آگ لگانے پہنچ گئے تھے! "

"" تجویز تو اچھی ہے....لیکن....چیف منسٹر نہیں مانیں گے۔" ہوم سیکرٹری نے خیال ظاہر کیا۔

"چیف منسٹر کا اس میں کیا رول ہے؟ آئی ایم اتھارٹی!" سینئر مجسٹریٹ نے کہا۔

"ٹھیک ہے، کل مشورہ کریں گے جنرل اعظم سے" ہوم سیکرٹری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" کل تک بہت دیر ہو جائے گی۔ ابھی بات کریں۔ مرزا نعیم فون اٹھا کے لاؤ۔" آئی جی نے کہا۔

ایس ایس پی مرزا دوسرے کمرے سے فون اور ڈائریکٹری اٹھا لایا۔

آئی جی سگریٹ پینے باہر لان میں چلے گئے۔ کمشنر اور مجسٹریٹ معاملے سے لاتعلق ہو کر آپس میں گپ شپ کرنے لگے۔ ہوم سیکرٹری ٹیلی فون ملانے میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً دس منٹ تک مبہم گفتگو کے بعد انہوں نے کریڈل رکھتے ہوئے کہا:

" کمال ہے۔ جنرل صاحب مان گئے! "

کمشنر اور مجسٹریٹ یک زبان ہو کر بولے: کانگریٹ! "

"جنرل صاحب کو یہیں مدعو کر لیتے تو بات پکّی ہو جاتی۔" باہر برآمدے سے آئی جی صاحب نے آواز لگائی۔

"جی میں نے کی ہے بات۔وہ خودتو نہیں آ رہے۔کرنل شیریں خان کو بھیج رہے ہیں۔ "

" کرنل شیریں کون؟" کمشنر نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں اسے، پکا احمدی ہے۔ جہاد سمجھ کر لڑے گا۔ دو دن میں شہر صاف کرا دے گا۔" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

تقریباً تیس منٹ بعد کرنل شیریں دو فوجی افسران کے ہمراہ تھانے پہنچ گئے۔

" دیکھو آیا یہ کیسا زمانہ.... یہ دنیا عجائب خانہ " کرنل صاحب گنگناتے ہوئے میٹنگ روم میں پہنچے۔ وہ توقع سے زیادہ پر جوش تھے۔

" کاہے کو دیر لگائی رے....آئے نہ اب تک بلما "ہوم سیکرٹری بھی گنگناتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

" لگتا ہے آپ نے بھی ''داغ'' فلم دیکھ رکھی ہے۔ " کرنل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے صاحب ہم تو دِل پر داغ لگائے بیٹھے ہیں۔" مجسٹریٹ نے قہقہہ لگایا۔

"ہم کا فر نصف صدی سے اس داغ کو سہہ رہے ہیں۔" کرنل شیریں خان نے کہا۔" بھرے مجمع میں ایک مولوی گھس آئے تو امن تباہ ہو جاتا ہے۔تم لوگوں نے پورا شہر مولویوں سے بھر دیا۔ "

" یہ میلہ حکومت خود لگائے بیٹھی ہے، اگر ان کے کچھ مطالبات مان لیے جاتے تو آج یہ حالات نہ ہوتے۔" کمشنر نے کہا۔

" کیا ہیں ان کے مطالبات؟ پہلے سرسیّد کو کافر کہتے تھے۔ پھر جناح صاحب کی باری آئی اور اب احمدیوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ پہلے تقسیم کے مخالف تھے۔اب قوم کو تقسیم کرنے پہ تُلے ہیں۔ "

"ارے صاحب حکومت کی بھی مجبوری ہے۔"ہوم سیکرٹری نے لقمہ دیا۔

" کاہے کی مجبوری صاحب! حکومت شروع سے انہیں قابو کرتی تو آج سانپ کے منہ میں چھچھوندر نہ پھنسا ہوتا،لیکن حکومت بھی تو دودھ میں لیموں نچوڑ کر شربت بناتی ہے!

"یہی خیالات یہ لوگ آپ کے بارے میں رکھتے ہیں۔بس لیموں کی جگہ پیشاب کا قطرہ کر لیجئے۔" کمشنر نے جواب دیا۔

"میں اس سے بھی برے خیالات رکھتا ہوں،ان کے بارے میں۔ آگاہ کروں آپ کو؟" کرنل بھڑک اُٹھا۔

"یار خُدارا! اس لاحاصل بحث کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ پلان کیا ہے"ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"پلان تو تب بنے گا، جب حکومت فوج سے باضابطہ درخواست کرے گی۔" کرنل نے جواب دیا۔

"ابھی کر لیتے ہیں۔سینئر مجسٹریٹ ہیں ناں...نعیم مرزا....پیپر لے کر آؤ۔ "

"ناں جناب ناں!!! ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے بلانے سے نہیں آتیں فوجیں!" کرنل شیریں نے کہا۔

"پھر کیسے آتی ہیں جناب؟ آئین میں مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ.... "

"آئین گیا تیل لینے۔فوج بلانے سے پہلے آئین کو لپیٹ کر صندوق میں رکھنا پڑتا ہے۔ "

"تو کیا اب بگل بجانا پڑے گا؟" مجسٹریٹ زچ ہو کر بولا۔

" دیکھئے جناب! فوج کا اپنا ایک بجٹ ہوتا ہے۔ موومنٹ الاؤنس ہوتا ہے۔میسنگ الاؤنس ہوتا ہے۔ڈسٹربنس الاؤنس

ہوتا ہے۔مفت میں نہیں آتی فوج۔آپ ایسا کریں۔چیف منسٹر سے ایک تحریری درخواست بنام کمانڈر 10 ڈویژن بھجوائیں۔تاکہ بعد میں اخراجات کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔"

"دیکھئے ہم ہندوستان سے فوج نہیں منگوا رہے جو آپ ایڈوانس خرچہ مانگ رہے ہیں۔" آئی جی نے کہا۔"میں حکومتِ پنجاب کی طرف سے تحریری مطالبہ پیش کئے دیتا ہوں۔ہوم سیکرٹری اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس پر ابھی سائن کر دیں گے۔باقی رہا راشن پانی کا مسئلہ تو کابینہ ہے نا۔کنپٹی پر پستول رکھ جتنا چاہے راشن اٹھا لیجئے گا!"

"چلیں ٹھیک ہے تو کب سے لگوانا ہے مارشل لا؟"

"شام کو سی ایم کی میٹنگ ہے۔ان سے پرچہ سائن کرا کے آپ کو بھجوا دیں گے۔کل صبح سے ٹیک اوور کر لیجئے گا۔" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

کون جانتا تھا کہ سول لائن تھانہ میں بیٹھے چند سرکاری ملازمین تاویلات کا چراغ رگڑ رگڑ کر مارشل لاء کے جس جن کو برآمد کرنے میں لگے ہیں،اسے واپس دوبارہ چراغ میں کبھی بند نہ کیا جا سکے گا۔

کالا سورج:

رات 9 بجے آئی جی،کمشنر اور ہوم سیکرٹری وزیر اعلیٰ کی کوٹھی پر پہنچے۔گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے انہوں نے دروازے پر کھڑے گارڈز سے سلیوٹ وصول کیا اور اندر چلے گئے۔ وزیر اعلیٰ میٹنگ روم میں دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ کابینہ کے کچھ ممبران بھی یہاں موجود تھے۔

"ہاں آئی جی صاحب! کیا صورتحال ہے؟" وزیر اعلیٰ نے پوچھا۔

"صورتحال بہت گھمبیر ہے سر!"

"کیا مطلب؟" وزیر اعلیٰ پریشان ہو گئے۔

"پولیس کی رکاوٹوں کے باوجود ایک لاکھ آدمی لاہور پہنچ چکا ہے۔" آئی جی نے بتایا۔

"یہ تو پرانی بات ہو گئی....اور کچھ؟"

"دفعہ 144 لگنے کے باوجود مظاہرین مسجد وزیر خان میں مورچہ بنائے بیٹھے ہیں۔آئے روز وہاں سے جلوس نکلتے ہیں۔ نعرے لگتے ہیں۔گرفتاریاں ہوتی ہیں۔"

"یہ سب کچھ تو میں سی آئی ڈی بریفنگ میں روز سنتا ہوں۔کوئی نئی بات ہے تو بتاؤ؟" وزیر اعلیٰ نے کہا۔

"نئی خبر یہ ہے کہ آج پولیس پر ڈنڈے اور بوتلیں پھینکی گئیں،جن سے گیارہ پولیس افسرز زخمی ہوئے ہیں۔"

"سی آئی ڈی بریفنگ میں سن چکا ہوں..اور کچھ؟"

اتنے بڑے کراوڈ کو ہینڈل کرنا شاہی پولیس کے بس کی بات نہیں۔"

"بارڈر پولیس بھی آجائے گی...اور؟"

"کل سے لاہور فوج کے حوالے کرنا ہوگا!"

" وَٹ نان سینس؟ "

"ایڈ ٹو سول پاور... سر! انٹرنیشنل رُول ہے!" ہوم سیکرٹری کرسی کھینچتے ہوئے قریب ہوئے۔

"ناٹ ایٹ آل... نو ملٹری رُول... نیور!" وزیر اعلیٰ بے ساختہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سکڑ گئے۔

"دیکھئے سر! جب سول اتھارٹیز ناکام ہو جاتی ہیں تو فوج کو آگے آنا ہی پڑتا ہے۔" کمشنر نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"جانتا ہوں۔ بٹ سول اتھارٹیز آر سٹل اِن ورک۔ ہم پولیس کی نفری بڑھا دیتے ہیں۔" وزیر اعلیٰ نے کہا۔

"مسئلہ نفری کا نہیں ہے سر! حکومت کی بدنامی کا ہے۔ "

"وہ کیسے؟ "

" پولیس تشدد کرے گی تو حکومت بدنام ہو گی۔ فوج تشدد کرے گی تو ریاست... یقیناً ہم میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ حکومت بدنام ہو۔" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

" دیکھو فوج کو سر پہ مت بٹھاؤ۔ جلیانوالا باغ بھول گئے؟ کیا ہوا تھا، مارشل لاء کے دوران؟ اور قائدِ اعظم نے کہا تھا آرمڈ فورسز آر دی سرونٹ آف پیوپل... دے ڈونٹ میک دی نیشنل پالیسیز۔" وزیرِ اعلیٰ نے کہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا سر... فوج تین دن میں شہر صاف کرے گی اور واپس چلی جائے گی۔ "

" فوج کو بلانا آسان ہے۔ واپس بیرکس میں بھیجنا بہت مشکل۔ یہ نہ ہو کہ کل فوج ایوان کے اندر ہو اور مسلم لیگ باہر... سوچ لو! "وزیرِ اعلیٰ نے فکرمندی کا اظہار کیا۔

" بے فکر رہیں سر! زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ لگے گا۔ ادھر شہر صاف، ادھر فوج بیرکوں میں واپس۔ جنرل اعظم سے ہماری بات ہو چکی ہے۔"

" لیکن پھر بھی اس میں خطرہ تو ہے حکومت کے لئے۔ "

" حکومت کو فوج سے نہیں... مجلس احرار سے زیادہ خطرہ ہے سر!" آئی جی نے پتا پھینکا۔

"وہ کیسے؟" وزیر اعلیٰ متفکّر ہو گئے۔

"سر یہ رہی CID کی وہ خُفیہ رپورٹ جو آپ تک نہیں پہنچ سکی۔" آئی جی نے جیب سے ایک پلندہ نکال کر وزیر اعلیٰ کے سامنے رکھ دیا۔

" کیا ہے اس رپورٹ میں؟" وزیر اعلیٰ نے تشویش سے پوچھا۔

" مجلس احرار جو تحریک پاکستان کی مخالفت کی وجہ سے پنجاب کے عوام کی نظروں سے گر گئی تھی۔ پاکستان کو دل و جان سے قبول کرنے اور مسلم لیگی قیادت کی طرف رجحان رکھنے کی وجہ سے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو چکی ہے۔ موجودہ اینٹی احمدی تحریک مجلس احرار کو بہت سُوٹ کر رہی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا گراف بڑی تیزی سے اوپر جا رہا ہے۔ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی تو ملک بھر میں احرار کا ڈنکا بج اُٹھے گا۔ اس کے بعد وہ مسلم لیگ کو ماریں گے لات اور اگلے الیکشن میں مسلم لیگ کا بینڈ بجا کر رکھ دیں گے۔ "

"اووہ...آئی..سی! "وزیراعلیٰ نے حیرت سے ہونٹ سکیڑ لئے۔

"مسلم لیگ جس نے خون کی ندیاں بہا کر یہ ملک بنایا۔ وہ اسی ملک میں اجنبی ہوکررہ جائے گی اور مجلسِ احرار جو شروع سے تقسیم کی مخالف تھی۔ پاکستان پر راج کرے گی۔ "

" یس... یو آر رائٹ! "

"اس لئے اس تحریک کو ہر صورت ناکام ہونا چاہئے۔" آئی جی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"بھلے اس کے لئے تھوڑا بہت تشدّد بھی کرنا پڑے!" ہوم سیکرٹری نے موافقت فرمائی۔

" اور یہ کام فوج سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا!" وزیراعلیٰ نے قائل ہوتے ہوئے کہا۔

"آف کورس! یہ رہی مارشل لاء کی درخواست۔ اس پر سائن کردیجئے۔ تاکہ پاک فوج کل سے لاہور کا انتظام سنبھال سکے۔ " آئی جی نے پرچہ آگے بڑھایا۔

وزیراعلیٰ نے اتنی تیزی سے دستخط کئے کہ قلم کاغذ میں شگاف ڈال گیا۔

آئی جی اور ہوم سیکرٹری واپس گاڑی میں آبیٹھے۔

"بندر کی بلاء طویلے کے سر!" آئی جی نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

" کمال کے بندے ہو یار! کیا رپورٹ تراشی ہے، ماں قسم؟" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

" کرنا پڑتا ہے حضور! پولیس کا فرض ہے، مدد سرکار کی۔"

"بے چاری عوام قیامت تک کے لئے مسلم لیگ کے نکاح میں چلی گئی" ہوم سیکرٹری بوتل کھولتے ہوئے بولا۔

" بھاگ کر جو آئی ہے۔ اب بھگتے۔ حکومت میں احراری آ گئے تو تیری بوتل کو بھی ڈھکن لگ جائیں گے۔" آئی جی نے اچانک بریک مارتے ہوئے کہا۔

"ارررے! گاڑی کیوں روک لی؟" ہوم سیکرٹری پریشان ہوگئے۔

"یار ایک غلطی ہوگئی، واپس جانا پڑے گا سی ایم ہاؤس! "

" کیا ہوا؟ سگریٹ تو نہیں بھول آیا؟ "

"نہیں یار! ہم درخواست میں یہ لکھنا بھول ہی گئے کہ کتنی فوج چاہئے؟ مطلب ایک ڈویژن ایک بریگیڈ، یا ون ٹو آل" آئی جی نے پریشانی سے کہا۔

" کمال کرتے ہو یار! فوج اور برانڈی جتنی مل جائے اتنی ہی اچھی ہوتی ہے۔ بھلے ساری کی ساری پلٹن آ جائے، تیری جان تو چھوٹے گی نا...چلا گاڑی! "

اگلی صبح جناح گارڈن کے پیچھے سے سورج نے سر نکالا تو فوجی گاڑیاں شہر میں داخل ہو رہی تھیں۔ ملکی تاریخ کا کالا سورج طلوع ہو رہا تھا!

لاٹھی چارج

3 مارچ ۔۔۔ 1953ء ۔۔۔ لاہور

شہر میں جُزوی کرفیولگا دیا گیا۔صبح ہی صبح فوج کے دستے باغِ جناح،سول لائن اور لوکوشیڈ میں گشت کرنے لگے۔ کرفیو کا اثر شہر کی بیرونی سڑکوں پر ضرور تھا لیکن اندرون شہر انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔پنجاب بھر کے دیہات اور شہروں سے عوام قافلوں کی صورت میں اب بھی مسلسل لاہور پہنچ رہے تھے۔مارشل لاء لگتے ہی پولیس کا مریل گھوڑا بھی ہنہنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔شہر میں ہر طرف ڈنڈا بردار فورس کی ٹولیاں مٹکنے لگیں۔دوپہر تک بارڈر پولیس،خفیہ پولیس،سی آئی ڈی ،ملٹری انٹیلی جنس،اور جانے کون کون سی بلائیں شہر میں نازل ہو چکی تھیں۔مسجد وزیر خان کے معمولات میں بال برابر فرق نہ آیا۔مولانا عبدالستار نیازی کی شعلہ بیانیاں بھی جاری تھیں،خلیل احمد قادری صاحب کا زورِ خطابت بھی عروج پر تھا،صبح صبح مولانا غلام غوث ہزاروی اور امیر شریعت کے فرزند مولانا سید ابوذر بخاری کو گولی مارنے کا آرڈر جاری ہو چکا تھا،مگر وہ روپوش رہ کر بھی تحریک کو تازہ دم رضا کاروں کی کھیپ مہیا کیے جا رہے تھے۔سرفروشوں کے جلوس بھی روانہ ہو رہے تھے اور نعت خوانوں کے گلہائے عقیدت بھی فضاء میں خوشبو بکھیر رہے تھے۔

تیریاں تے صفتاں دا،کوئی وی حساب نئیں — توں تاں کتھے،تیریاں غلاماں دا جواب نئیں

حُوراں نُوں تُوں رُوپ ونڈیں،جبشی بلال دا — میں لبھ کے لیاواں کتھوں سوہناں تیرے نال دا

نمازِ فجر کے بعد مسجدِ وزیر خان میں ہزاروں کے اجتماع سے مولانا عبدالستار نیازی کا خطاب جاری تھا:

"یہ کہتے ہیں مرزائیوں کا مسئلہ محض ایک مذہبی مسئلہ ہے۔اسے مدارس میں سلجھاؤ۔حکومت کو اِس میں مت الجھاؤ۔اسے ایوان تک مت لے کر آؤ۔چار مولوی بیٹھ جاؤ۔جسے چاہو مسلمان کہو۔جسے چاہے کافر بناؤ۔بس ہمیں مت چھیڑو۔یہ حکومت کا دردِ سر نہیں ہے۔میں کہتا ہوں تم لوگ اس تحریک کو یا تو سمجھ نہیں سکے،یا سمجھنا نہیں چاہتے۔تحریک ختمِ نبوت کے بارے میں سب سے بڑی misconseption یہی ہے کہ اسے صرف ایک مذہبی تحریک سمجھا گیا ہے۔دولتانہ صاحب! تحریکِ ختم نبوت محض ایک مذہبی تحریک نہیں ہے۔یہ ایک سیاسی تحریک بھی ہے۔یہ ایک معاشی جدوجہد بھی ہے۔کیا ایک مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا ہے؟ کیا مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے الگ کوئی چیز ہے؟ ہرگز نہیں۔کیا ان غدّاروں کے خلاف ہمیں اُٹھنے کا حق نہیں جو نبوت کا نُور ملکۂ وکٹوریہ کے تاج سے کشید کرتے ہیں؟ کیا ان اقتصادی رخنہ اندازوں کو روکنے کا ہمیں حق نہیں جو ملکی غلّہ ھندوستان کے راستے اسمگل کر کے ملک میں قحط کی صوتحال پیدا کر رہے ہیں جو پاکستان کو امریکی گوداموں میں سڑتی گندم کی منڈی بنانا چاہتے ہیں۔ہاں ہاں یہ ایک مذہبی تحریک بھی ہے۔جس طرح تحریک پاکستان ایک مذہبی تحریک تھی۔تحریک کشمیر ایک مذہبی تحریک تھی اور مستقبل میں سود کی لعنت کے خلاف جو تحریک اُٹھے گی۔وہ بھی ایک مذہبی تحریک ہوگی۔"

ڈی آئی جی میاں محمد انور نے تڑاخ سے کھڑکی بند کی اور کرسی پر آ کر ڈھیر ہو گیا۔

"یار....ان مُلاؤں سے کب جان چھوٹے گی۔ سات دن ہو گئے۔ چین سے سو بھی نہیں پایا؟"

"نیازی کو گرفتار کر لو، تحریک خود بخود ٹھنڈی ہو جائے گی۔" ہوم سیکرٹری نے چھوٹی سی بوتل کا ڈھکّن کھولتے ہوئے کہا۔

"لیکن کرے گا کون! میرا باپ؟ پچاس ہزار آدمی مسجد میں بیٹھا ہے۔"

"فوج کو چاول چھولے کھانے بلایا ہے؟؟ کدھر ہے تمہارا کرنل شیریں!"

اس دوران دفتر میں رکھا انٹر کام بج اٹھا۔

"کیا ہے؟"

"سر کراچی سے ڈیفنس سیکرٹری اسکندر مرزا کی کال ہے۔" سیکرٹری نے کہا۔

آئی جی نے فون اٹھایا۔

"جی سر...کیا حالات ہیں؟"

"سُناؤ...کتنی لاشیں گرائیں؟"

"لاشیں؟ فی الحال تو خود زندہ لاش بنے بیٹھے ہیں۔"

"کیوں! کیا ہوا؟"

"ہونا کیا ہے....کہنے کو کرفیو لگائے بیٹھے ہیں، لیکن مُلا آزاد ہیں اور ہم دفتروں میں بند۔"

"دیکھو! جب تک شرافت دکھاتے رہو گے، بندی بنے رہو گے۔ باہر نکلو۔ کوئی گولی وولی چلاؤ، لاشیں گراؤ۔ یوں دفتر میں بیٹھے رہو گے تو خاک امن قائم ہو گا۔"

ڈی آئی جی نے فون رکھا ہی تھا کہ سیکرٹری کا انٹر کام پھر بج اٹھا۔

"سر گورنر صاحب لائن پہ ہیں۔"

"سر انور علی!" ڈی آئی جی نے فون اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ڈی آئی جی صاحب! گیدڑ کی طرح کھوہ میں چھپے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی۔ باہر نکلو اور جلوہ دکھاؤ۔ یہی حالت رہی تو مجھے ایک ڈی آئی جی کی قربانی دینا ہی پڑے گی؟"

"سر آپ فکر نہ کریں۔ میں نے تمام ڈی ایس پیز کو بلایا ہے! آج پولیس کھل کر اپنا جلوہ دکھائے گی سر!"

"کل تک مجھے لاہور صاف چاہیے۔ ورنہ اپنی قربانی پکی سمجھو!"

"سس...سر...بس ایک موقع اور دیں..کل تک صاف ہو جائے گا شہر!"

"پھر ایسا کرو کہ اپنے محکمے سے ایک نکھٹو قسم کا جانور ڈھونڈ و اور اس کی قربانی کر ڈالو۔ سوکھی لکڑیاں جلنے سے انکار کر دیں تو فیول ڈالنا ہی پڑتا ہے۔"

"یس سر...سمجھ گیا سر....ہو جائے گا سر!"

آئی جی نے فون رکھتے ہی بیل بجائی۔

"ڈی ایس پی فردوس شاہ اور ایم اے چودھری کو بلاؤ فوراً۔"

"یس سر" اردلی کھڑاک سے سلیوٹ کر کے باہر چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فردوس شاہ مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا آفس میں وارد ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ڈی ایس پی ایم اے چودھری تھا۔ دونوں نے پاؤں مار کر زمین پھاڑ سلیوٹ کیا۔

"ڈی ایس پیز! میں پوچھتا ہوں۔ کیا تم لوگوں کے باپ آئے ہوئے ہیں شہر میں؟ "

"نن... نو سر!!" فردوس شاہ نے بیلٹ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

" کوئی بھائی.... بیٹا.... چچا ... تایا... سالا... سالی وغیرہ؟؟.... کیوں چودھری؟ "

"نو سر؟ "

"تو پھر لاٹھی چارج کیوں نہیں کرتے بے غیر تو!" آئی جی پوری قوّت سے دھاڑا۔

"سر.... پپ.... پر امن.... مظاہرین.... "

"ماں کی آنکھ!.... پر امن مظاہرین! سات دن سے شہر بند پڑا ہے۔ لوکوشیڈ بند ہے۔ سیکریٹریٹ بند ہے۔ ریل نہیں چل رہی۔ ہوائی اڈّہ بند ہے۔ پر امن مظاہرین؟ "

دونوں ڈی ایس پیز پتھر کے بُت بن گئے۔

"اب کاٹھ کے اُلوؤں کی طرح میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو! جاؤ اور لاٹھی چارج کرو۔ کل تک مجھے شہر خالی چاہیے۔ کرا سکتے ہو تو ٹھیک، ورنہ انہیں مظاہرین میں شامل CID کے لوگ تمہیں بلوے میں مار ڈالیں گے۔ سمجھے کہ نہیں؟ "

"سر... سس... سمجھ گئے سر!"

"ناؤ گیٹ آؤٹ۔ آئی وِل کیپ یُو آن مانیٹرنگ!" آئی جی نے ٹوپی پہنتے ہوئے کہا۔

"سر.... سر.... " ڈی ایس پی سلیوٹ مار کر رخصت ہو گئے۔

اسی اثناء میں وائرلیس نے کھٹ پٹ کی۔

"ایچ کیو ون.... ٹولٹن پوسٹ اوور "

"یس ایچ کیو ون.... گو اَہیڈ" ڈی آئی جی نے کہا۔

"نیلا گنبد کی طرف سے جلوس آ رہا ہے سر... کیا آرڈر ہے؟ "

"آغا ہوٹل سے بریانی کی دیگ منگواؤ اور شرکاء میں بانٹو، سؤر کی اولاد۔ آرڈر پوچھ رہے ہو؟.... بُل شِٹ!... لاٹھی چارج کرو۔ ہڈیاں توڑ دو اُن کی! "

"یس سر.... یس سر! "

(جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: احمدیت، اسلام کیوں نہیں؟ مصنف: مولانا منیر احمد علوی مبصر: سید محمد کفیل بخاری

برائے رابطہ: 0321-8823953

فتنہ، فتنہ ہی ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی پہچان ہوتی ہے نہ شناخت۔ وہ کسی روپ کا بہروپ دھار کر، دھوکا دہی کی بیساکھیوں پر زندہ رہنے کی ناکام کوشش کرتا ہے لیکن بالآخر روپ نکھر کر روشن ہو جاتا ہے اور بہروپ اپنی حقیقت میں واضح ہو کر تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے۔

اسلام کے خلاف جتنے فتنے اٹھے، وہ اسلام کا نام لے کر اٹھے، لیکن نبی خاتم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی'' کے مطابق امتِ مسلمہ کی اکثریت نے انھیں ہمیشہ مسترد کیا اور اسلام کی دعوت پوری قوت کے ساتھ جاری رکھی۔ اسلام ہی واحد دین ہے جو مہد سے لحد تک ایک مکمل نظام حیات عطا کرتا ہے۔ قیامت تک ہر زمانے میں زندہ و قائم رہنے کی پوری صلاحیت و طاقت رکھتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو کسی بھی زمانے اور کسی بھی مقام پر تنہا نہیں چھوڑتا۔ اسی لیے نبی خاتم سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیۃ'' کے تحت اسلام کی دعوت وتبلیغ چودہ سو اڑتیس برس سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔

خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بھی فتنے اٹھے۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے عقیدۂ ختم نبوت کے انکار اور اجراءِ نبوت کے باطل نظریے اور فتنۂ ارتداد کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول مانتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے خلاف جہاد و قتال کر کے انھیں ختم کیا۔ ایک سیدھا اور سادہ سوال ہے کہ نبی خاتم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان مدعیان نبوت کے موقف اور کسی تاویل کو کیوں تسلیم نہیں کیا؟ یہی سوال تحقیق اور غور وفکر کی بنیاد ہے۔

عہد صحابہ میں ہی دو مدعیان نبوت، طلیحہ اور سجاح نامی عورت نے اس سوال پر غور وفکر کیا تو انھیں حق کی روشنی مل گئی۔ دونوں نے اپنے باطل عقیدہ و دعویٰ سے توبہ کی، اسلام کے دائرۂ امن وسلامتی میں پھر سے داخل ہوئے اور ایمان پر موت نصیب ہوئی۔

فتنہ قادیانیت، دراصل مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے فتنۂ ارتداد کی کڑی اور تسلسل ہے۔ قادیانی دوستوں سے سوال ہے کہ اگر مسیلمہ اور اسود کے دعاویٔ نبوت، اسلام نہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت کیونکر اسلام کہلا سکتا ہے؟ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی مسیلمہ کذاب کی طرح سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول مانتا ہے۔

مولانا منیر احمد علوی کا نام چند برس پہلے سنا، غائبانہ تعارف ہوا، بعض اجتماعات میں ان کی عالمانہ، مناظرانہ اور داعیانہ تقاریر سنیں اور پھر بالمشافہ ملاقاتوں میں ان کے مطالعہ وتحقیق کے جوہر دیکھے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی کی کتابوں کا جتنا مطالعہ انھوں نے کیا ہے، خود احمدیوں (قادیانیوں) نے بھی نہیں کیا۔ ان کی تازہ تصنیف

''احمدیت'' اسلام کیوں نہیں؟'' دراصل ان کے ایک سکول و کالج فیلو مسعود احمد نامی احمدی دوست کے دعوے کا جوابی سوال ہے۔ مسعود احمد نے مولانا کو احمدیت قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ: ''احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے اور یہ کہ جس امام کے آنے کی بشارت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ آچکا ہے۔''

مولانا منیر احمد علوی نے اپنے احمدی دوست کے دعوے پر غور وفکر شروع کیا، مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں اور ان کے پیروکار قادیانیوں کی تحریروں کا مطالعہ کیا تو تحقیق کی کئی راہیں ان پر کھلتی چلی گئیں۔ ''احمدیت اسلام کیوں نہیں؟'' احمدی دوست مسعود احمد اور جماعتِ احمدیہ کے تمام دوستوں کے اسی دعوے کا طویل جوابی بیانیہ ہے جو دو سو سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

مولانا منیر احمد علوی نے اپنی اس شاہکار تحقیقی تصنیف میں بڑی دردمندی اور خلوص کے ساتھ احمدی دوستوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ انھوں نے مرزا قادیانی کی تحریروں سے پیدا ہونے والے اس گمراہ کن مغالطے کہ ''احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے'' کا خود بانی سلسلہ مرزا غلام احمد کی تحریروں سے ہی رد کر کے سوال اٹھایا ہے کہ ''احمدیت، اسلام کیوں نہیں؟'' انھوں نے احمدی دوستوں سے درخواست کی ہے کہ وہ سلسلہ احمدیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی، ان کے فرزندان مرزا بشیر احمد ایم اے، مرزا بشیر الدین محمود اور دیگر قادیانی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ خاص طور پر ان احمدی حضرات جنھوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور تحقیق وغور وفکر کے بعد احمدیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ پھر اپنی تحقیق کو کتابی شکل میں احمدی دوستوں کے سامنے پیش کیا۔ جن میں سابق احمدی رہنما شیخ راحیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''مضامین راحیل'' احمدی دوستوں کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور انھیں تحقیق کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

مولانا منیر احمد علوی نے احمدی دوستوں کو قرآنی ونبوی اسلوب میں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد کے باطل عقائد کی اندھی اور جامد تقلید کو چھوڑ کر غور وفکر اور تحقیق کی کوشش کریں تو اسلام کے نورِ ہدایت سے ان کے قلوب منور ہو جائیں گے۔ اس کتاب میں موجود بہت ساری مثالوں میں سے صرف ایک پیشِ خدمت ہے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حوالے سے ہونے والی کارروائی میں جماعت احمدیہ کے رہنما مرزا ناصر احمد اپنی ٹیم کے ساتھ شریک تھے۔ اسی ٹیم میں شامل ایک معروف احمدی مرزا سلیم اختر چند ہفتوں بعد احمد سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے (ص: ۲۰۰)

''احمدیوں کو دعوتِ اسلام'' کے عنوان سے لکھی جانے والی کتابوں میں مولانا منیر احمد علوی کی یہ کتاب مؤثر ترین کتاب ہے۔ مولانا نے قرآنی ونبوی اسلوب دعوت کو اختیار کرتے ہوئے حکمت ونصیحت، محبت و دل سوزی اور دلائل و براہین کے ساتھ احمدی دوستوں کے دِرِ دل پر دستک دی ہے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

مولانا منیر احمد کی دعوت پر اب تک درجنوں احمدی، مسلمان ہو چکے ہیں۔ مولانا کی یہ کتاب زیادہ سے زیادہ احمدی دوستوں تک پہنچنی چاہیے۔ مجھے قوی امید ہے کہ احمدی دوست اس کتاب کے مطالعے سے ضرور ہدایت پائیں گے۔ ان پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ ''احمدیت، اسلام نہیں؟'' اللہ تعالیٰ، مولانا کی اس مخلصانہ کاوش کو قبولیت عطاء فرمائے اور انھیں آخرت میں اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

مسافرانِ آخرت

ادارہ

★ چیچہ وطنی کے صحافی اور ہمارے معاون محمد حارث دانش کے والد گرامی شیخ عبداللطیف 29۔مئی،۲ر رمضان المبارک کو انتقال فرما گئے۔

★ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے نائب امیر میاں راشد ندیم کے والد میاں مختار احمد انتقال:3 جون 2017ء

★ عدنان صفدر معاون جماعت چیچہ وطنی کے نومولود بھتیجے (راجہ عبدالمنان کے بیٹے) 5رجون/ ۹رمضان المبارک کوانتقال کر گئے

★ آغا شورش کاشمیری مرحوم کی اہلیہ 5رجون/ ۹رمضان المبارک کو لاہور میں انتقال کر گئیں، قاری محمد قاسم اور محمد قاسم چیمہ نے مسجد شہداء میں نماز جنازہ میں شرکت کی اور جناب مسعود شورش سے مل کر احرار رہنماؤں کی طرف سے تعزیت کا اظہار کیا، عبداللطیف خالد چیمہ نے فون پر جناب مسعود شورش سے تعزیت کا اظہار کیا۔

★ مجلس احرار اسلام بستی گوڈری، حاصل پور کے معاون ورفیق، جناب مہر مشتاق، مہر محمد عمر کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

★ جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور کے مہتمم اور ممتاز عالم دین پیر سیف اللہ خالد، ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ 14ر جون 2017ء انتقال کر گئے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم اور دیگر احرار کارکنوں کی کثیر تعداد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئی جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے جامعۃ المنظور الاسلامیہ جا کر مولانا مرحوم کے فرزند مولانا اسد اللہ فاروق سے اظہار تعزیت کیا، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ اور سید محمد کفیل بخاری نے بھی فون پر مولانا اسد اللہ فاروق سے تعزیت اور دعاء مغفرت کی۔

★ جامعہ حنفیہ بورے والہ کے بانی و مہتمم مولانا محمد طیب حنفی مدظلہ کی اہلیہ 3رمئی 2017ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ مرحومہ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ کی پوتی، مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی اور مولانا محمد حنیف جالندھری کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔

★ جامعہ خیر المدارس کے ناظم مولانا عبدالمنان کی والدہ ماجدہ، انتقال: 5رمئی 2017

★ ماہنامہ الخیر ملتان کے ناظم مولانا فیاض احمد کے والد ماجد حاجی بشیر احمد رحمہ اللہ، انتقال: ۲۲ر رجب ۱۴۳۸ھ/ 20ر اپریل 2017ء مرحوم، شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک میں ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

چیچہ وطنی میں ہمارے ادارے

- دفتر شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی
- دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی
- مُفکر احرار چودھری افضل حق لائبریری جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی
- ختم نبوت ٹرسٹ (شعبۂ خدمت خلق) جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

- مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی
- مسجد ختم نبوت رحمٰن سٹی چیچہ وطنی

- دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد سے متصل پونے تین مرلہ جگہ ساڑھے اٹھائیس لاکھ روپے میں خریدی گئی ہے، تقریباً آدھی رقم کا قرض ابھی باقی ہے۔
- مرکزی مسجد عثمانیہ میں سیلنگ کرالی گئی ہے اور مسجد کو ائیر کنڈیشنڈ کر دیا گیا ہے۔
- مسجد ختم نبوت رحمٰن سٹی کے ہال اور برآمدے کی تعمیر کا کام جاری ہے۔
- مستقبل میں جامع مسجد والے مرکز میں ان شاء اللہ تعالیٰ فری ڈسپنسری اور درجۂ کتب کا منصوبہ زیر غور ہے۔

رمضان المبارک میں زکوٰۃ وصدقات وعطیات وفطرانہ سے تعاون فرمایئے اور اللہ اجر پایئے!

سرپرست

قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی

جانشین شیخ المشائخ حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ العالی

بانی و منتظم

حاجی عبداللطیف خالد چیمہ حفظہ اللہ تعالیٰ

رابطہ

قاری محمد قاسم — جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی — 0302-6913303

مولانا منظور احمد — مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی — 0300-6901649

مفتی قاضی ذیشان آفتاب — مسجد ختم نبوت رحمٰن سٹی چیچہ وطنی — 0306-8747970

اکاؤنٹ بنام دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی، **اکاؤنٹ نمبر** 076000,4037251873 نیشنل بنک آف پاکستان جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ
قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (50,00,000) پچاس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ پانچ لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (2,00,00,000) دو کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان